فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ

الا ان

حزب اللہ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

از

فقیر ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کان اللہ لہ

سجادہ نشین جلال پور شریف امیر حزب اللہ

رفیق عام پریس لاہور میں باہتمام عزیز الدین پرنٹر چھپی ۱۳۳۱ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ فُرْقَانِهِ
الْحَمِيْدِ وَقُرْاٰنِهِ الْمَجِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ
فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ
الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۝ اِنَّ
اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۝ وَ
يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۝ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۝ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ
اللّٰهِ ۝ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

1/1009
742

سورۂ مجادلہ

فنا شدہ انواع علم طبقات الارض جاننے والوں کے نزدیک آج سے لاکھوں، کروڑوں سال پہلے سطح زمین پر اتنے بڑے بڑے قد و قامت والے حیوانات موجود تھے جن کے تن و توش کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ کا ہاتھی بھی ایک اور دس کی نسبت رکھتا ہے۔ علی ہذا القیاس پہلے زمانوں کی مچھلیاں اتنی بڑی بڑی ہوا کرتی تھیں کہ ان کی طوالت و جسامت کا بیان آج الف لیلہ یا طلسم ہوشربا کا ایک خیالی قصہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے حیوانات اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے ایک زمانہ میں ضرور ہو گذرے ہیں اور اگر آج ان کا نشان سوائے اُن کے کرم خوردہ ڈھانچوں اور ہڈیوں کے نہیں ملتا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ان میں صلاحیتِ بقا کم تھی اور وہ اپنے آپ کو صرصر حوادث اور دستبرد روزگار سے نہیں بچا سکتے تھے اس لئے وہ اپنی نوعی حیات کے محدود ایام بسر کر کے ہمیشہ کے لئے فنا کی میٹھی نیند سو گئے۔

انہیں پر کیا موقوف ہے مبصرین و محققین کے نزدیک ہاتھی بھی اسی زبردست اور ہمہ گیر قانون کی زد میں آ کر بہ حیثیت نوع صفحہ ہستی سے عنقریب نیست و نابود ہونیوالا ہے جیسا کہ اس کے پیشرو ہو چکے ہیں کیونکہ اس کی جنس بھی صلاحیتِ بقا سے آہستہ آہستہ محروم ہو رہی ہے۔ جو نوع حیوان کیلئے بمنزلہ لازم و ملزوم ہے ہمارے روزمرہ کے کارآمد چوپائے بیل، گائے، بھینس وغیرہ اگر جنگل میں چھوڑ دیئے جائیں تو چند دنوں میں خونخوار درندوں کی بھینٹ چڑھ جائیں کیونکہ ان کے پاس اپنے بچاؤ کا کوئی ذریعہ موجود نہیں اور حضرت انسان کے دامنِ حفاظت میں ان کا پناہ گزین ہونا ہی ان کی بے بسی اور پست ہمتی کا بدیہی ثبوت ہے۔ حالانکہ انہی کی سی شباہت رکھنے والی نیل گائیں اپنی تیز رفتار ٹانگوں اور ہلکے جسموں کے بل بوتے پر ان جنگلوں میں دندناتی پھرتی ہیں جہاں شیر اور چیتے موجود ہیں۔

جہد للحیات علی ہذا القیاس سمندر اور خشکی کے جتنے جانور ہیں بلا استثناء "تنازع للبقا" اور "جہد للحیات" کی عملی مثال اور اعتماد نفس کے روشن ثبوت ہیں۔ اگر ایک خونخوار بھیڑیا ایک کمزور اور مریل بکری پر حملہ آور ہوتا ہے تو بکری یہ سوچے بغیر کہ اس کی مرتعش اور کانپنے والی ٹانگیں فرار میں اسے مدد دے سکتی ہیں یا نہیں اپنی حفاظت کے طبعی جذبہ اور اپنے بچاؤ کی فطری خواہش کے مطابق بھیڑیئے سے دور بھاگ جانے کی

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم — فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم
اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقاں ریزد — من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

(حافظ)

البقاء للاصلح

ابتدائے آفرینش سے قیامِ قیامت تک "تنازع للبقا" "جہد للحیات" کا سلسلہ قائم و دائم چلا آتا ہے اور چلا جائیگا۔ کرۂ ارضی کے ساکنین خواہ کسی جنس اور نوع سے تعلق رکھنے والے ہوں اس قانونِ الٰہی، اس منشائے قدرت اور اس تقاضائے فطرت کے زیرِ اثر اپنے تحفظ و بقا کے لئے ایک طویل اور مسلسل جد و جہد میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ کارخانۂ عالم پر ایک نظر ڈالئے قوی الجثہ اور ہیبت ناک ہاتھی سے لے کر ایک ننھی اور بے حقیقت سی چیونٹی تک سب کے سب ذی روح حیوانات اپنی اپنی استعداد کے مطابق حفاظتِ خود اختیاری کے وہ تمام اسباب و ذرائع سوچنے اور اُن پر کاربند ہونے میں منہمک دکھائی دیں گے جو ان کے حیطۂ قدرت و قبضۂ اقتدار میں ہیں، اس سعی پیہم اور تگاپوئے دمادم ہی میں دراصل وہ رموزِ حیات و اسرارِ زندگی پوشیدہ ہیں جن کی تہ تک پہنچنے کے لئے یورپ کے فلاسفر موشگافیاں کر رہے ہیں اور اپنے دماغ لڑا رہے ہیں۔

البقاء للاصلح کا مسئلہ نظریہ آجکل ارباب علم و فضل کے نزدیک ایسا تحقیق شدہ مسئلہ ہے جیسا کہ دو اور دو چار ہوا کرتے ہیں ہم یہاں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ اس سے پیدا کردہ نتائج اور استخراج شدہ مسائل سب کے سب صحیح ہیں یا نہیں ہیں یا بعض کے متعلق ہمارے لئے مذہبًا اور عقلًا اختلاف رائے بھی موجود ہے۔ یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ ان مسائل کے مبانی سے انکار نفسِ قرآنی کا انکار ہے، قانونِ قدرت کا انکار ہے اور کارگاہِ عالم کو مشاہدہ کرتے ہوئے اس کے کارفرما اصول سے انکار ہے۔

اس کے مضبوط پنجے ہیں جن کے بل پر وہ حملہ آور جانوروں کے مقابلہ سے عہدہ برآ ہو سکے نہ بندر کی مانند اس کی ٹانگوں میں اتنی پھرتی اور سکت ہے کہ جست لگا کر درخت پر چڑھ جائے نہ اس کے جسم پر گھنے اور لمبے بال ہیں جو اُسے سردی اور گرمی کی شدت سے محفوظ رکھ سکیں، وہ تو موسم گرما کی ایک چلچلاتی دھوپ یا موسم سرما کی ایک کپکپاتی سردی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن قادرِ مطلق اور حکیم علی الاطلاق نے ایسی بے سروسامان اور ہیچ میرز جنس کو اپنی قدرت کاملہ سے فہم و ذکا غور و فکر اور عقل دانش کی وہ متاعِ بیکراں عطا فرمائی ہے جس کی کارفرمائی نہ صرف اس کے تحفظ و بقا کی ضامن بن گئی ہے بلکہ اُس کی طاقت و قوت کا یہ عالم ہے کہ دوسرے حیوانات بیچارے اس کی آبادیوں سے کوسوں بلکہ منزلوں دور رہنے کے باوجود اس کی گیرائی ستم سے اپنے آپ کو بچانے سے قاصر ہیں۔ عام جانداروں کی بود و باش کے دائرے الگ الگ ہیں خشکی والوں میں سے بھی بعض کے گھر گھنے جنگلوں میں ہیں بعض کے پہاڑوں کی غاروں میں اور بعض کو جوفِ زمین میں بل بنا لینے پسند ہیں، ہر نوع اس قدرتی تقسیم پر اس التزام کے ساتھ عمل پیرا ہے کہ کوئی ایک دوسرے کے حدود میں مداخلت نہیں کرتی اور نہ کر سکتی ہے لیکن حضرت انسان کی حالت عجیب ہے خشکی اس کی زاد بوم اور قیامگاہ تھی سب سے پہلے اسی پر اس کی مشق تسخیر شروع ہوئی، بلند پہاڑوں کی برف پوش چوٹیاں، بے آب و گیاہ صحراؤں کی سنسان وسعتیں، گھنے جنگلوں کے تیرہ و تار گوشے غرض ہر مقام پر اس کے قدم پہنچ گئے۔ پھر بیکراں سمندروں کی طرف اس کی توجہ مبذول ہوئی ان کے چپے چپے میں بھی وہ پھر نکلا اب اس کی فلک پیمائی بھی معراجِ کمال کو پہنچ گئی ہے اور جہاں گدھ اور چیل کو بھی یارائے پرواز نہیں وہاں انسان کے ایرپلین اور زپلین قلابازیاں لگاتے پھرتے ہیں اُدھر تحت البحر کشتیوں نے سمندروں کی تہیں کھنگال ڈالی ہیں اور دریائی جانوروں کیلئے اس کی یہ تاخت و تاراج ایک مصیبت سے کم نہیں پھر لطف یہ کہ جہاں دوسرے حیوانات انسانی ابلہ فریبیوں اور ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر اپنی جائے پناہ تلاش کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں وہاں حضرت انسان نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ

کوشش کرتی ہے خواہ اس کی سعی عملاً کتنی ہی لاحاصل کیوں نہ ہو ایک ذبح ہونے والا جانور یہ جانتے ہوئے بھی کہ قصاب کی تیز چھری اور زبردست گرفت سے وہ بچ نہیں سکتا بچاؤ کی ایک آخری جدوجہد کئے بغیر اپنا گلا نہیں کٹواتا، وہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے، آہ و بکا کرتا ہے اور اس وقت تک اس کے اعضا و جوارح تنازع للبقا کی سرگرمی ترک نہیں کرتے جبتک کہ اس کی روح جسم دائمی علیحدگی اختیار نہیں کر لیتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ طاقتور مچھلیاں کمزور مچھلیوں کو نگل جاتی ہیں، شیر اور چیتے بے ضرر اور ناتوان جانوروں کیلئے قضائے مبرم بنے بیٹھے ہیں اور شکاری پرندے بیچاری چڑیوں فاختاؤں اور کبوتروں کے حق میں ملک الموت کا حکم رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر جنگل میں شیروں کیساتھ ہرن بھی چوکڑیاں بھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، شاہین و دراج کی پرواز گاہوں میں تیتر، بٹیر کی نسل بھی موجود نظر آتی ہے اور بڑی بڑی مچھلیوں سے لبریز سمندروں کی گہرائیوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بھی بہ کثرت تیرتی ہوئی پائی جاتی ہیں، یہ تمام مناظر و مشاہد البقا للاصلح اور جہد للحیات کے عملی ثبوت ہیں۔ طاقتور جو اپنی اصلحیت کی بنا پر کمزوروں کو فنا کر رہے ہیں اور کمزور اپنے بچاؤ کی خاطر سرگرم جہاد کی بدولت زندگی سے تمتع اندوزی کر رہے ہیں۔

نوعِ انسان اب ہم اس نظریہ کے ماتحت تمام حیوانات کے مایۂ ناز و افتخار وجود لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ کے القاب سے ملقب ہستی یعنی بنی نوع انسان کو لیتے ہیں جو البقاء للاصلح کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے، حضرت انسان قدرت کا ایک محیر العقول نمونہ ہے اگر اس کی دانش و بینش اور عقل و ادراک سے چشم پوشی کر لی جائے اور دوسرے حیوانات کی طرح اسے بھی بے شعور فرض کر لیا جائے یا اس کی تمام طاقتوں کو کھانے، پینے، چگنے چرنے یا دوڑنے پر محدود سمجھا جائے تو وہ اس کرۂ ارضی پر سو سال تو رہے ایک طرف ایک سال بھی زندہ نہ رہ سکے، غضبناک شیر اور خونخوار اژدہے اسے شیر مادر کی طرح بے ڈکار ہضم کر جائیں اس لئے کہ نہ اس کے پاس ہرنوں کی چوکڑیاں ہیں کہ اپنے دشمنوں کے حملوں اور تعاقب سے دوڑ کر نکل جائے، نہ گینڈے کی طرح اس کے سینگ ہیں جو ہاتھی کے پیٹ میں گھونپ کر بچ جائے نہ ریچھ کی طرح

ہلاکت اور بربادی کے عمیق گڑھے میں جا گری اور گو اس کے افراد کہنے کو زندہ تو رہے مگر غلامی اور محکومیت کی زندگی آزادی کی موت سے ہزار درجہ بُری ہُوا کرتی ہے بابل اور نینوا کی سلطنتیں نیست و نابود ہو چکی ہیں، روما کی شوکت و ابہت فنا کے گھاٹ اُتر چکی ہے۔ تورانی۔ کلدانی۔ ہندوستانی اور ایرانی تمدن مٹ چکا ہے، بادیہ نشینانِ عرب کی وہ تہذیب و عمرانیت جو ایک کملی والے شہنشاہ (روحی فداہ) کے طفیل انہیں حاصل ہوئی تھی آج ان کی غلط کاریوں کی وجہ سے اُن سے چھینی جا چکی ہے لیکن قدرت کا وہ قانون جو ازل سے نفاذ پذیر ہے اور ابد تک کارفرما رہیگا وہ امٹ ہے، ناقابلِ تغیر ہے اور اس کا دائرہ عمل اُس وقت تک قائم رہے گا جبتک یہ آسمان قائم ہے، یہ سورج چمک رہا ہے، یہ چاند ضیا ریز ہے، یہ ستارے جگمگا رہے ہیں اور یہ نظامِ کائنات موجود ہے وہ قانونِ قدرت وہ فرمانِ فطرت اور وہ ارشادِ باری عزاسمہٗ کیا ہے؟ وہ وہی ہے جسے آج مبصرینِ یورپ نے سالہا سال کی تحقیق و تدقیق، بحث و تمحیص اور امعان و تدبر سے معلوم کیا ہے لیکن آج سے تیرہ سو سال پہلے خلاقِ دو عالم نے ایک اُمّی (فداہ روحی) کے ذریعہ سے جہان تک پہنچا دیا تھا وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہی "البقاء للاصلح" کی صحیح تفسیر ہے یہی "تنازع للبقا" و "جہد للحیات" کا ایک واضح پیغام ہے اور اسی میں قوموں کی ترقی اور ان کے انحطاط کا فلسفہ بھرا پڑا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو تبدیل نہیں فرماتا جب تک کہ افرادِ قوم خود اپنے آپ میں تبدیلی نہ کر لیں۔ خدا کی عادت رہی سدا لا یغیر اللہ ما بقوم مگر بدلتی رہی ہیں قومیں عمل کی بداولت اپنی اپنی

تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ قوموں کے قعرِ مذلت سے نکل کر اوجِ ترقی پر پہنچنے یا بامِ عروج و سربلندی سے حضیضِ گمنامی میں گرنے کا باعث خود اُن کا اپنا صحیح یا غلط طریق کار تھا یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک قوم شاہراہ ترقی پر چل رہی ہو اور قدرتی موانع اس کے زنجیر پا ہو گئے ہوں یا علی العکس ایک جماعت اپنی حد سے بڑھی ہوئی

نہ خود آرام سے بیٹھیگا اور نہ کسی دوسرے کو چین لینے دے گا۔ آج سے ایک سو سال پہلے کتنے گھنے جنگل اور بیابان تھے جو آج قلب یا ہیئت کے بعد انسانی آبادی میں شامل ہو چکے ہیں جہاں ہو کا عالم تھا اور شیر کی دہاڑ یا ہاتھی کی چنگھاڑ کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی وہاں سر بفلک عمارات اور شاندار محلات بن چکے ہیں اور اگر دوسرے حیوانات کی طرح یہ حیوان ناطق بھی خود اپنے ہاتھوں اپنی جنس کی خونریزی نہ کرنے لگتا۔ اور ملکی اور قومی لڑائیوں میں لاکھوں اور کروڑوں انسان خود انسانوں کے ہاتھوں لقمۂ اجل نہ ہو جاتے تو کم از کم یہ دنیا تو اس کے رہنے سہنے کے لئے غیر مکتفی ہو جاتی اور سوائے اس کے کہ اس کے سائنسدان باشندے مریخ میں جا کر اپنی نو آبادی قائم کر لیتے یا کسی دوسرے کرہ کو اپنا نشیمن بنا لیتے سطح ارضی پر تو اس کی بود و ماند کی گنجائش مشکل تھی۔ بہرکیف حضرت انسان جو طبقات الارض والوں کے ناقابل اعتبار قول کے مطابق کئی لاکھ سال سے دنیا پر آباد ہے یا مذہبی روایات کے مطابق کلکم من آدم وآدم من تراب وہ سیدنا آدم اور سیدتنا حوا علیہما السلام کی اولاد میں سے ہے البقا للاصلح کا ایک ایسا بہترین نمونہ ہے کہ اگر دوسرے حیوانات کی مثالوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو وفی انفسکم افلا تبصرون کے مطابق خود اس کی اپنی مثال بھی ہر ایک لحاظ سے جامع و مانع ہے، اس کی ساری جہانگشائی و جہانبانی کا راز صرف اس کی صلاحیت میں مضمر ہے اور دوسرے حیوانات کا اس کے نام سے لرزہ براندام ہونا اور ان میں سے کثیر انواع و اقسام کا خود اس کی خدمتگذاری کو اپنے لئے باعث فخر سمجھنا مقابلۃً ان کی عدم صلاحیت کا صریح اور بین ثبوت ہے۔

استبدال نعمت آپ اس سے آگے چلیں اور انسانی قوام و ملل کے ارتقاء و تنزل کے اسباب پر ایک غائر نظر ڈالیں تو ہمارا پیش کردہ نظریہ اور زیادہ مدلل و مبرہن ہو جائیگا کہ انسانی آبادی میں جہاں کہیں لوگوں میں جہد للحیات کا فطری جذبہ ظہور پذیر ہوا اور جوش عمل سے انہوں نے کام شروع کر دیا وہاں ہی دنیا بھر کی برکتیں ان کے قدموں پر نثار ہونے لگیں فتح ان کی لونڈی بنی اور اقبال نے ان کی غلامی قبول کر لی لیکن جس قوم نے تن آسانی سے کام لیا اور غفلت و جمود میں پڑ گئی وہی

اقوام کی اصلاح اور عظیم الشان شخصیتیں

اس نظریہ کے تسلیم کرنے کے بعد کہ وہی اقوام فوز و فلاح کونین و سعادتِ دارین حاصل کر سکتی ہیں جن میں صلاحیتِ بقا بدرجۂ اتم موجود ہو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ قوموں کی اصلاح کس طریق سے ہو سکتی ہے اور وہ کونسا طبعی انقلاب ہے جو ان کی ذہنیتوں کو تبدیل کر کے ان کے دلوں میں ایک امنگ ایک ولولہ اور ایک جوشِ عمل پیدا کر دیتا ہے اور دیکھتے دیکھتے اُن کی کایا پلٹ جاتی ہے اُن کی حالت بدل جاتی ہے اور یہ تغیر اُن کے تمام تمدنی اقتصادی اور معاشرتی معاملات پر فوری اثر ڈالتا ہے۔

جمہوریتیں اور شخصیتیں تاریخ کی ورق گردانی سے ہمیں تو کوئی ایسی جماعت نظر نہیں آتی، جس نے من حیث القوم یا من حیث الجماعت بلا کسی خاص شخصیت کی رہنمائی کے اپنے اندر کوئی انقلاب کوئی تغیر اور کوئی تبدیلی پیدا کر لی ہو۔ اصلاح و درستی ہمیشہ عظیم الشان شخصیتوں اور بلند پایہ ہستیوں ہی کے ذریعہ سے ہوا کرتی ہے اور اس کے متعلق کسی تعجب یا حیرت کی ضرورت نہیں، آپ کسی بڑے مجمع میں چلے جائیں جہاں کسی مسئلہ پر بحث و تمحیص ہو رہی ہو، معاملہ خواہ کتنا ہی اہم اور ضروری کیوں نہ ہو اختلاف رائے ضرور موجود ہوگا اور اگر کسی مصلحت کی بنا پر ایک قرارداد بالاتفاق منظور ہو بھی جائے تو آپ کو جلسہ سے باہر بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہیں اسکی معقولیت و موزونیت پر اعتراض ہوگا، موجودہ دور جمہوریت پسند واقع ہوا ہے اور اگر جمہوریت کے عیوب و نقائص بیان کئے جائیں تو بہت کم اہل الرائے اس قسم کی باتوں پر توجہ کریں گے ہم جمہوریت کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ خود اسلام کی بنیاد جمہوریت پر رکھی گئی ہے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ نصوص قطعیہ اس پر شاہد ہیں۔ ہمارا مقصد اس حقیقت کی توضیح ہے کہ جمہوریتوں میں بھی اختیار و اقتدار کی باگ ان شخصیتوں ہی کے ہاتھوں میں رہتی ہے جن کی اصابت رائے کے متعلق عام طور پر بہت اچھا خیال پیدا ہو جاتا ہے جہاں کہیں آجکل جمہوریت کی

بے اعتدالیوں اور کمزوریوں کے باوجود اقوامِ دنیا میں ممتاز بنی رہی ہو یہ دستور شروع سے چلا آتا ہے اور ہمیشہ تک چلا جائیگا ؎

جو بڑھے گا حوصلہ اُس کا بڑھایا جائے گا　　جو گرے گا اپنے رتبہ سے گرایا جائے گا

اسی کے متعلق قرآن کریم کا ایک اور حکیمانہ ارشاد موجود ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (پ ۱۱ ع ۱۶)

(یہ خدائے قدوس وقیوم کی معدلتِ گستری اور انصاف پسندی سے بعید ہے کہ وہ کفار ومشرکین وملحدین پر ظلم وستم روا رکھے یہ کم بخت تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں اور اپنی بے راہ روی اور کجرفتاری کے باعث اپنے نفسوں پر خود ظلم کر رہے ہیں۔)

بقاء صلح کا مقصد وحید یہی البقاء للاصلح کا صحیح مفہوم اصلی منشاء اور مقصد وحید ہے کہ جس قوم یا جماعت میں جوشِ عمل پیدا ہو جائے اُس کے افراد اپنے سینوں میں ایک حرارت اور ایک تپش محسوس کرنے لگیں ان کے دلوں میں سوز وگداز اور لیلائے مقصود سے ہمکنار ہونیکی سچی خواہش، صادق جذبہ اور حقیقی تڑپ موجود ہو وہی دنیا میں کامیاب رہتے ہیں انہیں کے نام کا سکہ چار دانگ عالم میں رائج ہوتا ہے انہیں کے ہاتھ میں کارگاہ عالم کے بست وکشاد کا انتظام اور خزائن ارضی کی کنجیاں دیدی جاتی ہیں لیکن جس قوم کے اشخاص تن آسانیوں میں پڑکر اور عیش پرستیوں میں مبتلا ہو کر غفلت جمود، تعطل وسکون اور گراں خوابی کا شکار ہو جائیں اور انکی طبیعتیں جبن ونامردی اور خساست ورذالت کے خصائل رذیہ کی خوگر وعادت پذیر ہونے لگیں قدرت کا زبردست ہاتھ انکی تعذیر وتعذیب کیلئے بڑھتا ہے اور محکومی وغلامی کے طوق لعنت اُنکے گلے میں ڈال دیئے جاتے ہیں دوسری قومیں اُن سے نفرت وحقارت کرنے لگتی ہیں اور دنیا بھر کے عیب اور زمانے بھر کے نقائص ان میں پیدا ہو جاتے ہیں تاوقتیکہ ان میں پھر کوئی مصلح اور کوئی ریفارمر پیدا ہو کر از سرِ نو انکے بظاہر زندہ مگر حقیقۃً مُردہ جسموں میں روح حیات نہ پھونکے وہ صدیوں اور قرنوں تک اسی ناگفتہ بہ حالت میں چلے جاتے ہیں قوموں کی ترقی وتنزل، ارتقاء وانحطاط، بلندی وپستی، رفعت ودلت کا یہ سلسلہ اُس وقت تک قائم رہیگا جبتک اس دنیا کا قیام ہے کیونکہ یہ خدا کی قائم کردہ سنت ہے، قدرت کا اٹل قانون ہے اور فطرت کا ناقابل تغیر ناموس ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا

جائے تو اس میں سے ایک فرد کو اس فرض کی تکمیل کے لئے منتخب کر لیا گیا اور مقلب القلوب نے اس فرد کے جسم میں ایک ایسی روح پھونک دی اس کے دل میں ایک ایسی تڑپ پیدا کر دی اور اس کے عزائم کو ایسا مستحکم اور استوار بنا دیا کہ بڑی سے بڑی مشکلات اور تکالیف بھی اس کے حوصلوں کو پست اور اس کے ارادوں کو کمزور نہ کر سکیں اور جو قدم وہ اصلاح قوم کی خاطر اٹھاتا رہا اُسے کبھی پیچھے ہٹانے کی نوبت نہ آئی ایسی زبردست قوتِ ارادی اور مضبوط طریق استدلال رکھنے والے اور لوگوں کے سامنے پیکر عمل بن کر صحیح رہنمائی کرنے والے اشخاص ہر زمانہ میں گذرے ہیں اور انہیں کے قدوم میمنت لزوم کے باعث دنیا کا امن، جہان کی شائستگی، تمدن و تہذیب اور عمرانیت و مدنیت کے آثار ابھی تک باقی ہیں اور جب تک ایسے ہادیانِ قوم و رہبرانِ ملت اقوام و ملل میں پیدا ہوتے رہیں گے نوع انسانی میں اُس کی حیات کا مقصود بالذات، اُس کی زندگی کا ماحصل اور اُس کے کمالات کا جوہر یعنی صلاحیت بقا موجود رہے گی ورنہ وہ خود فراموشی میں مبتلا ہو کر وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ کے مصداق خدا کو بھول جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھول جائیگی اور اپنی خلقت و پیدائش کے حقیقی مقصد سے بے بہرہ ہو جائیگی اس کے بعد ڈارون کے لایعنی نظریہ کے مطابق ممکن ہے پھر كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَىٰ أَصْلِهِ کا عملی نمونہ بندر کی شکل میں پیش کرے یا كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ کی مجسم تصویر بن جائے۔

بعثت انبیاء انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور ہر زمانہ میں ان کا ظہور قدسی حقیقتہً انسان کو اُس کا فراموش شدہ سبق یاد دلانا ہے خالق و مخلوق کے درمیانی تعلقات کو مضبوط کرنا ہے اور بنی آدم کو ایسا بہترین طریق عمل سکھلانا ہے جس پر چل کر وہ اُس خلافتِ کبریٰ کا صحیح استحقاق پیدا کر سکے اُس امانتِ خداوندی کا متحمل ہو سکے اور اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کے خصائص کبریٰ کا اہل بنا سکے جو خالق الارض والسموات کی جناب سے اُسے عطا کی گئی ہیں اور یہ مقاصد عالیہ و مدارج فاضلہ کسی وسیلہ یا ذریعہ کے بغیر حاصل ہونے ناممکن ہیں ؎

مابداں مقصد عالی نتوانیم رسید ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

حکومت ہے اور پارلیمنٹیں قائم ہیں وہاں ایسے افراد موجود ہیں جن کی اصابت رائے کو تسلیم کرتے ہوئے مجالس وضع آئین و قوانین کے لئے ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے، گذشتہ محاربہ عظیم بلاشبہ قوموں اور ملکوں کا باہمی تصادم و تقابل تھا مگر جنگ کی فتح و شکست، افواج کی ترتیب و تشکیل، میدان کارزار کا انتخاب، پیش قدمی اور پسپائی، ان سارے معاملات کا انصرام چند افراد سے متعلق تھا اور ظاہر ہیں گو برطانوی، جرمن، فرانسیسی، روسی اور ترک قومیں باہمد گر مصروف پیکار تھیں مگر حقیقۃً لائڈ جارج، لارڈ کچنر، قیصر جرمنی، جنرل ہنڈن برگ، مارشل فوش، زار روس اور انور پاشا کی شخصیتوں پر سارا مدار و انحصار تھا اور انہی شخصیتوں میں سے جب بعض کمزور ہو گئیں اور ان کے اقتدار و رسوخ میں فرق آگیا تو جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ علیٰ ہذا القیاس کون نہیں جانتا کہ آجکل ٹرکی اور اٹلی میں جمہوریت کا دور دورہ ہے اور جہاں اٹلی میں بادشاہ محض رسمی طور پر باقی ہے وہاں خلیفۃ المسلمین تو خارج البلد ہو کر مارے مارے پھرتے ہیں، بایں ہمہ کیا یہ صحیح نہیں کہ مسولینی اور مصطفےٰ کمال کو اپنے اپنے ملکوں میں وہ درجہ حاصل ہے جو بڑے سے بڑے آزاد اور خود مختار حکمران کو حاصل ہو سکتا ہے یہ غلط ہے کہ شخصی حکومتیں ہمیشہ ظالم اور جابر ہوا کرتی ہیں البتہ یہ کہنا چاہیئے کہ جب کبھی کوئی بادشاہ یا حاکم عدل و انصاف کو چھوڑ کر ظلم و بیداد اختیار کر لیتا ہے تو رعایا کو لازماً تکلیف پہنچتی ہے لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ بعض اوقات مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) بھی ایسے احکام نافذ کر دیتی ہے جو رعایا کے کسی نہ کسی حصہ کے لئے ناقابل برداشت ہو جایا کرتے ہیں مثلاً کیا برٹش پارلیمنٹ کے تمام قوانین کو ہمارے ہندوستانی بھائی اپنے حق میں باعث رحمت سمجھتے ہیں؟ فافہم و تدبر۔

ظہور مصلحین مقصود یہ تھا کہ تاوقتیکہ بعض اشخاص و افراد کے دل میں احساس یاس کے بعد جذبہ کار پیدا نہ ہو اور ایک شخصیت اصلاح کے لئے میدان عمل میں نہ آئے کسی قوم کا پستی سے اٹھ کر ترقی کرنا بعید مشکل ہے کارساز حقیقی نے جب کبھی چاہا کہ کسی قوم کی حالت سدھار دی جائے اور وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کے مطابق کسی جماعت کو قعر مذلت و گمنامی سے نکال کر اوج ترقی و یا مدارج ارتقا تک پہنچا دیا

معیارِ علم پر پرکھ کر لوگوں کی ہدایت کے لئے مامور فرماتا ہے صرف اس لئے نہیں آتے کہ لوگوں کو عبادت و انابت کے طریقے بتلائیں، انہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ پر آمادہ کریں۔ اور انہیں تشکر و امتنان کے ضروری فرض کی طرف توجہ دلاتے ہیں بلکہ وہ انسانوں کو باہمدگر روابط و تعلقات قائم کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے، داد و ستد کے طریقے اور میل ملاپ کے سلیقے بتانے، علم و تجارت، صنعت و حرفت کی ترغیب دینے اور وہ تمام باتیں سکھلانے کے مکلف قرار دیئے جاتے ہیں جن کا تعلق خواہ اقتصادی معاملات سے ہو یا معاشی حالات سے، اعلیٰ تمدن سے ہو یا بہترین اخلاق سے اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ حضور مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری بعثت کی اصلی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق ایسے سدھار دوں کہ ان میں کوئی کسر اور فروگذاشت باقی نہ رہے، اور آسی معلم الاخلاق (روحی فداہ) کی پاکیزہ ترین تعلیم کا اثر تھا کہ تھوڑے سے زمانہ میں عرب کے بادیہ نشین، حجاز کے کنوار اور فاران کی چوٹیوں کے نزدیک رہنے والے بدوی نہ صرف تخت قیصر و تاج کسریٰ کے مالک ہو گئے بلکہ اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ (الحدیث) کے مطابق وہ تلاش علم و جستجوئے حکمت میں یونان اور ہندوستان تک جا پہنچے اور ان کے علمی کمالات، اعلیٰ کیرکٹر اور بلند اخلاق کے آوازے سے ابھی تک فضائے عالم لبریز ہے۔

ہم یہ بتانا چاہتے تھے کہ جب تک قوم میں کوئی ایسا فرد پیدا نہ ہو جسے قدرت کی طرف سے بصارت سے بڑھکر بصیرت رکھنے والی آنکھ، غور و فکر کرنیوالا دماغ اور تڑپنے والا دل عطا کیا گیا ہو اور جس کی ساری زندگی اصلاح قوم، جس کی ساری حیات بہبود ملت اور جس کی زیست خدمت بنی نوع کے لئے وقف ہو تب تک قوم من حیث القوم اپنی غلطیوں پر متنبہ، اپنی غفلت شعاریوں سے آگاہ اور اپنی بے اعتدالیوں سے واقف ہو کر اپنی اصلاح نہیں کر سکتی اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا، اولیائے امت و مجددین کے ظہور کا اور ہادیانِ ملت و رہنمایانِ قوم کی آمد کا راز صرف اسی میں مضمر ہے۔

اِس کے متعلق قرآن کریم کی ایک آیت جو خیر الکلام ما قلّ ودلّ کے مطابق اِس مسئلہ پر زبردست روشنی ڈالنے والی ہے ملاحظہ ہو، کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ (پ ۲ ع ۱۰)

آغاز کائنات میں تمام بنی نوع اِنسان ایک ہی غلط طریق کار پر چل رہے تھے اور اُنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد دُوسرے حیوانات کی طرح صرف خوردن وخفتن میں مُضمر سمجھ رکھا تھا اُن کی اس بے راہ روی کو دُور کرنے کی غرض سے اللہ تعالےٰ نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث کیا تاکہ وہ اُن لوگوں کو بشارت اور خوشخبری دیں جو خدا کے قائم کردہ اصول پر چل کر پاکیزہ زندگی اور بہترین حیات بسر کرنے کیلئے ہمہ تن مستعد ہو جائیں اور اُن لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں اور دھمکائیں جو شیطانی اور نفسانی ترغیبات میں پڑ کر صراط مستقیم ومنہاج قویم سے بھٹکتے پھرتے ہیں خدا نے انبیاؑ کو ایک ایسی لاجواب کتاب دی ایک ایسا مطابق حالات قانون دے کر بھیجا جو ان کے تمام اختلافات کو مٹا کر ان کو باہم متحد کر دے اور سب قانون الٰہی کے زیر حکومت آکر دُنیا کے ان تمام قواعد وضوابط کو جو مرکب من الخطا والنسیان کے اپنے بنائے ہوتے ہیں اور غلط از سر تا پا غلط ہیں مستغنی ہو جائیں۔

غرض انبیاء علیہم السلام کے من جانب اللہ بطور پیغام رسان اور انسان و خداوند کریم کے درمیان ترجمان بن کر آنے کی غرض ایک اور صرف ایک ہے کہ وہ غلط رو اور جہل مرکب میں گرفتار ہو جانے والے حیوان ناطق کو صحیح راستہ دکھا دیں، نوع اِنسانی کے تمام افراد کو ایک مرکز پر اکٹھا کر دیں اور اُن تمام اختلافات کو جن کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے طریق معاشرت سے ہو یا طرز بود و ماند سے دُور کر کے اِنسانوں کے درمیان ایک ایسا اشتراک عمل اور وحدت کار پیدا کر دیں جس پر چل کر جس پر مجتمع ہو کر اور جس پر متحد ہو کر وہ خلیفۃ اللہ فی الارض کے لقب سے صحیح طور پر موسوم ہو سکیں، تہذیب وتمدن کا بہترین نمونہ پیش کر سکیں، دُنیا میں عزت وآبرو حاصل کر لیں اور آخرت میں بھی اُنہیں سرخروئی نصیب ہو۔

اصلاح اخلاق اللہ تعالےٰ کے وہ منظور نظر اور منتخب شدہ پیغام بر جنہیں وہ اپنے

مسلمانوں کا اتحاد و حفاظتِ ملت

آغاز کائنات سے لیکر آج سے تیرہ سو سال پہلے تک دنیا میں ہزاروں قومیں گذریں لاکھوں قبیلے بنے، سینکڑوں امتیں کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں، بیسیوں مذاہب پھیلے مگر کوئی ایسا مابہ الاشتراک پیدا نہ ہو سکا جو دنیا کی تمام سطح کو ہموار بنا دیتا اور انسانوں نے حدود ارضی، خون اور رنگت کے اعتبار سے جو الگ الگ قومیں اور قبائل بنا رکھے تھے اور انہی قومی و نسلی امتیازات کی بنا پر جنگ و جدال اور محاربہ و قتال کا غیر مختتم سلسلہ چلا آتا تھا اس کی روک تھام کی کوئی سبیل نکل سکتی وحشت و بربریت کا ایک طوفان بے تمیزی تھا جو کرہ ارضی کے ہر حصہ پر پھیل چکا تھا اور لوگ جو حقیقتہً ایک باپ کے فرزند اور ایک ماں کے بطن سے تھے محض اسی لئے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے کہ وہ سفید رنگ کے ہیں اور دوسرے سیاہ فام، وہ زرد رو ہیں اور بالمقابل احمر اللون، یا وہ مفروضہ حد بندی جو ملکوں کو آپس میں تقسیم کیا کرتی تھی فساد و عناد کا موجب بن جاتی، ایک طرف ایرانی تھے تو دوسری طرف رومی، ایک فریق چینی تھا تو دوسرا جاپانی، ایک افغان تھا تو دوسرا ہندوستانی، ایک عرب تھا تو دوسرا عجمی، یہ نسلی منافرت اور ملکی مغائرت بجائے کم ہونے کے روز بروز بڑھتی گئی اور معلوم نہیں ہر سال کتنے ہزار آدمی محض ان بے حقیقت اور انسان کے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ملکوں اور نسلوں کے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھ جاتے یہودیت اور نصرانیت، مجوسیت اور وثنیت، بدھ ازم اور آریہ مت گو اپنے اپنے وقتوں میں خوب پھلے پھولے، لاکھوں اور کروڑوں انسان ان کی تعلیم سے متاثر ہو کر ان کے دامن سے وابستہ ہو گئے لیکن نسلی اور قومی امتیازات جوں کے توں قائم رہے اور کوئی ایک مذہب بھی دشمنی اور عداوت کی اس خلیج کو نہ پاٹ سکا جسے بے وقوف انسان اپنے ہاتھوں سے اور زیادہ وسیع اور عمیق

بعثت مجددین | اس میں شک نہیں کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کے نازل ہونیکے بعد خدا کے دین کی تکمیل اور اُس کی نعمتوں کا اتمام ہو گیا ہے اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدعی نبوت و رسالت ہو وہ نص قرآنی وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا صریح منکر ہے اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ والی صحیح حدیث کا جاحد ہے لیکن عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اور اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃٍ مُجَدِّدًا مَنْ یُّجَدِّدُ لَھُمْ دِیْنَھُمْ کے حسب ارشاد اب وہی فرض تبلیغ جس کی ادائیگی انبیائے بنی اسرائیل کے ذمہ تھی علمائے اُمت محمدی سے متعلق ہو چکی ہے اور پھر ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد کا آنا اور اُس کا اُمت مرحومہ کو از سر نو وہ سبق یاد دلانا جو آج سے تیرہ سو سال پہلے اُسے پڑھایا گیا تھا ہمارے پیش کردہ نظریئے کو زیادہ تقویت دینے والا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (پ ۲۶ ع ۱)

پر دیئے گئے اتحاد اسلامی کی ایک ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ اس کا خیال اس گئے گذرے زمانے میں بھی یورپ کے بعض قائدین کو پریشان کر دیتا ہے اور فرانس کا مشہور عالم فاتح نپولین بوناپارٹ اس امر کا بصدق دل اقرار کرتا ہے کہ اگر کوئی خبر اُسے لرزہ براندام کر سکتی ہے تو وہ مسلمانوں کا ایک بات پر متحد ہو جانا ہے۔

اسلام اور امحائے امتیازات اسلام نے آتے ہی نسلی اور ملکی مغائرت کو یکسر مٹا دیا اور عرب جیسی آبا و اجداد کے کارناموں پر فخر کرنے والی علم الانساب کی ماہر اور چھوت چھات کے معاملہ میں ہمارے مدراسی برہمنوں سے بڑھ کر تنگ دل قوم کی ایسی کایا پلٹ دی کہ سیدنا بلال رضؓ جو حبشی قوم کے ایک آزاد شدہ غلام تھے ایک روز نکاح کا ارادہ فرماتے ہیں اور قریش جیسی اعلےٰ قوم کا ایک ایک خاندان اس امر کا خواہشمند ہو جاتا ہے کہ حضرت بلال رضؓ کے ساتھ رشتے کا فخر اُسے حاصل ہو کیونکہ حضرت کی ذات میں وہ خصوصیت موجود تھی جو اسلام نے اشرفیت اور اولویت کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ سید سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنی ذاتی قابلیت اور حسبی شرافت کے طفیل اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ "سلمان ہمارے خاندان میں سے ہیں بلکہ اہل بیت میں داخل ہیں" کا درجہ حاصل ہو گیا۔ ذات پات کی تمام بندشیں اور قیود ہٹا دی گئیں، عربی، عجمی، ایرانی اور حبشی کا سوال مٹا دیا گیا ملکی اور نسلی اختلافات دُور کر دیئے گئے اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ اور فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا کے مطابق اخوت و برادری کا ایک نیا سلسلہ قائم ہو گیا۔ اسلام کے رشتے کے بعد دُوسرے تمام رشتوں سے بے نیاز ہو جانے کی یہ کیفیت تھی کہ جب حضرت سلمانؓ سے اُن کے باپ کا نام پوچھا گیا تو فرمانے لگے سلمان بن اسلام یعنی میرے باپ کا نام اسلام ہے وللہ در قائلہ

فارغ از اُم و اب و اعمام شو ہم چو سلماں زادۂ اسلام شو

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یہ بات تسلیم کرتے ہوئے کہ لوگوں کا آپس میں علیحدہ علیحدہ قبیلے بن کر رہنا ناگزیر ہے۔ اسلام نے اچھائی اور بُرائی، نیکی اور بدی، شرافت اور رذالت کا جو مابہ الامتیاز قائم کیا وہ سب سے نرالا اور انوکھا تھا اور حقیقۃً انسانی دارینی ترقی اور کونینی فلاح کا وہی ایک راز تھا جو اسلام سے پہلے عالم آشکارا

کر رہا تھا۔

ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ تورات یا انجیل یا زبور یا صحف آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام کی تعلیم نفاق انگیز یا منافرت خیز تھی کیونکہ وحی الٰہی ہمیشہ بنی نوع انسان کو ایک ہی طرح کی رہنمائی کیا کرتی ہے، الہامی کتابوں کے سامنے ایک ہی نصب العین، ایک ہی طریق کار اور ایک ہی مطمح نظر ہوا کرتا ہے اور عبارات خواہ مختلف ہوں اصل مطلب اور حقیقی غرض ایک ہی ہوا کرتی ہے ؎

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ ۔۔۔ وَكُلٌّ اِلٰی ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ

اور وہ قیام امن و مدنیت کسی حالت میں متفاوت نہیں ہو سکتا۔

مذاہب عالم اور تعلیم مواخات | البتہ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ مذاہب عالم نے اپنے اپنے پیروؤں کو اخوت و ہمدردی، صلح و آشتی اور اتحاد و یگانگی کی خواہ کتنی ہی ترغیب دی ہو اور پیغام امن خواہ کتنے ہی دلکش پیرایہ میں پہنچایا گیا ہو مگر یہ ایک اظہار صداقت و واقعیت ہے کہ اس کا کوئی معتدبہ اور مفید اثر دنیا کے باشندوں پر نہ پڑ سکا اور گو بعض برگزیدہ روحانی تصرف رکھنے والے انبیاء علیہم السلام کی بہترین سیرت اور عملی زندگی نے معتقدین کا ایک گروہ اپنے ارد گرد قائم کر لیا مگر ان کی پشتینی عداوتیں، انکی باہمی خصومتیں اور ملکی و نسلی اختلافات پورے طور پر نہ مٹ سکے اور ان کا قلع و قمع اور قرار واقعی انسداد و استیصال نہ ہو سکا ہاں اگر کسی وقت میں حالات کی مساعدت سے کم ہو گئے ہوں تو الگ بات ہے۔ یہ شرف اور یہ خصوصیت اسلام اور صرف اسلام کو حاصل ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ، كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ اور اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ کا طغرائے امتیاز رکھنے والے شہنشاہ کونین (روحی فداہ) جب بنی نوع انسان کی طرف خدا کا آخری پیغام لے کر تشریف فرما ہوئے اور اسلام جیسا عام فہم، عقل و فطرت کے عین مطابق مذہب لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کی تمام دوسری لائق عمل قدر تعلیمات کے علاوہ ایک قومیت متحدہ کا بہترین نظام بھی سامنے آ گیا باہمی تعلقات اور وابستگیوں کی ایک نرالی صورت پیدا ہو گئی، حلقہ بگوشان اسلام ایک سلک میں منسلک ہو گئے اور ایک لڑی میں

غلام حبشی کو اس لیے مرجح سمجھا گیا کہ متقدم الذکر بدعقیدہ اور بدباطن تھا اور موخر الذکر متقی اور نیک دل۔

عملی مثالیں یہ مبارک تعلیم جو آج سے تیرہ سو سال پہلے دی گئی تھی اسلام کے سایۂ عاطفت میں آنے والوں نے نہایت تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا اور اخوت اسلامی کے ایسے ایسے حیرت انگیز مناظر پیش کئے جو آج دہریت و الحاد کے زمانہ میں ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آسکتے۔ ایک انصار و مہاجر کے درمیان جب سلسلہ مواخات قائم کیا گیا تو اول الذکر نے اپنے دینی بھائی کے سامنے نہ صرف اپنی نصف پونجی پیش کر دی نہ صرف دو اونٹوں میں سے ایک اونٹ پسند کر لینے کا ایما کیا اور نہ صرف دو سکونتی مکانات میں سے ایک چن لینے پر مجبور کیا بلکہ اپنی دو منکوحہ عورتیں بھی سامنے کر دیں کہ ان میں سے ایک کو منتخب کر لو تاکہ میں اسے طلاق دے دوں اور وہ تمہاری زوجیت میں آجائے بلکہ یہ متحدہ قومیت ہی ہے جس نے مسلمانوں کو تمام دنیا کا فاتح بنا دیا اور سب مسلمانوں کا وہ ایک جسم جس کے اعضاء و جوارح تمام دنیا کے مسلمان تھے جب تک اصلی حالت پر قائم رہا اس کے تمام عضو صحیح و سالم رہے وہ جہان بھر کو دعوت مقابلہ دیتا رہا اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس پر غالب نہ آسکی یہ اسی متحدہ قومیت کی عملی مثال تھی کہ معتصم باللہ عباسی ایک مسلمان لونڈی کو ایک یہودی کے ظلم سے نجات دلانے کی خاطر بیس ہزار ابلق گھوڑوں کے سوار ہمراہ لے کر قسطنطنیہ جا پہنچتا ہے اور وا معتصما کا جواب ھل اجابك المعتصم اپنی زبانی جا دیتا ہے اور بیس ہزار ابلق گھوڑوں والے تمسخر و استہزا کو جو وہ یہودی کر رہا تھا عملاً صادق کر دکھاتا ہے حالانکہ اس زمانہ میں قسطنطنیہ پر عیسائیوں کی حکومت تھی اور خلیفہ کا یہ طرز عمل مداخلت بیجا میں بھی آگیا مگر یہ اخوت اسلامی کا تقاضا تھا جسے پورا کرنا خلیفہ عباسی کے نزدیک ضروری تھا اسلامی اتحاد کا یہ بھی ایک نمونہ تھا کہ سیدنا علی علیہ السلام اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے ایک دوسرے کے خلاف فوج کشی ہو رہی تھی تو اس زمانہ کے رومی عیسائی بادشاہ نے ان دونوں کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے امیر معاویہؓ کو کہلا بھیجا کہ اگر کسی

نہیں ہو سکتا تھا اِس سے بہتر کوئی کسوٹی اور نہیں مل سکتی جس پر پتھر اور موتی، سونا اور پیتل، چاندی اور قلعی پرکھے جا سکیں۔ وہ معیار کیا ہے، وہ کسوٹی کونسی ہے اور محک کیا ہے جس پر ہر ایک شخص اپنے آپ کو پرکھ سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ وہ شریف ہے یا رذیل، نیک ہے یا بد بلکہ جنّت میں جانے والا ہے یا دوزخ میں، ارشادِ خداوندی پر غور کیجیے۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ط اے لوگو ہم نے تمہاری پیدائش کا ذریعہ تمہارے ماں باپ کو بنایا انہیں کے تعلقات زناشوئی سے تمہاری خلقت ہوئی پھر اگر سلسلہ کائنات کے منتظم نے تمہارے الگ الگ گروہ اور قبائل مقرر کر دیے ہیں تو اس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تم اس طریق سے ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو (یہ نہیں کہ خاندانوں اور قبیلوں کے ہیر پھیر میں پڑ کر تم ایک دوسرے پر فوقیت جتلانے لگو) یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ عزّت والا اور درجہ والا ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، متقی ہو، خداترس ہو، فرض شناس ہو، مطیع و منقاد ہو، اپنے آقا کا وفادار غلام ہو، بادشاہ حقیقی کی اطاعت گذار رعیّت ہو اور اپنے حاکم کے ہر ایک حکم کی تعمیل کے لئے کمربستہ رہتا ہو بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری نیتوں سے واقف اور تمہارے ارادوں سے خبردار ہے اور اُسے خوب علم ہے کہ تم سب جو اُس کی غلامی کا دعویٰ کرتے ہو حقیقۃً کس کے دِل میں جذبۂ وفاداری ہے اور کس کے دل میں خیال نمکحرامی۔

پس اِسلام کی اس حکیمانہ تعلیم اور فلسفیانہ طریق ادا نے دُنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا پہلے اگر مُلکوں کے اعتبار سے لوگوں کی تقسیم ہوا کرتی تھی تو اب یہ مُلکی تفریق رفع کر دی گئی اور مُسلمان خواہ کسی مُلک کے رہنے والے ہوں اُن کا مابہ الامتیاز اِسلام اور صرف اِسلام مُقرّر کیا گیا دُنیا کے تمام مُلکوں سے قطع نظر کر کے ان کے لئے ایک مُلک تجویز کیا گیا اور وہ خدا کا مُلک تھا ع

"ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست"

نسلوں کا سوال خارج از بحث قرار پایا اور ایک شریف النسب قریش پر ایک

اُمّتِ محمدیؐ کی افضلیّت

دُنیا میں جتنے مذاہب و ادیان موجود ہیں ہر ایک کے متبعین اس بات کے مدعی ہیں کہ اصلی نجات صرف انہیں کو حاصل ہے، راہ راست پر صرف وہی چل رہے ہیں اور صراط مستقیم صرف انہیں کو نصیب ہے۔ اب اگر سب کے دعاوی کو پیش نظر رکھکر ان پر جرح و تنقید کیجائے تو ہمارے خیال میں کم از کم وہ شخص ایک صحیح نتیجہ اخذ نہیں کرسکتا جو خود کسی نہ کسی مذہب سے لگاؤ اور تعلق رکھتا ہو کیونکہ جو تعلیم اُسے بچپن سے دیگئی ہے اور جس کے اثرات اس کے رگ و ریشہ میں سرائت کرچکے ہیں اب وہ اپنے آپ کو خواہ کتنا ہی غیر متعصب کیوں نہ قرار دے مگر اپنے طبعی اور فطری جذبات کو کیسے روک سکتا ہے علیٰ ہذا القیاس ایک تبدیل مذہب کرنے والا شخص بھی دوسرے مذہب میں شامل ہوتے وقت اس کا صرف روشن پہلو ہی پیش نظر رکھتا ہے اور حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ کے مطابق ایک چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے پھر لامذہب لوگوں سے اس بات کی توقع رکھنی کہ وہ اپنی قوت تمیزی سے کام لیکر ایک مذہب کو بلحاظ اسکے فضائل و محاسن کے دوسروں پر متمیز قرار دیں گے لاحاصل ہے کیونکہ خود لامذہب ہونا اس امر پر شاہد ہے کہ ایسے اشخاص نفس مذہب و دین کو ہی بازیچہ اطفال سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک تمام مذاہب بلا امتیاز ڈھکوسلا ہیں۔ غرض یہ مسئلہ ایسا آسان نہیں جتنا کہ اُس کو سمجھا جارہا ہے اور ہماری دانست میں اس کے متعلق جو فیصلہ قرآن حکیم میں موجود ہے وہ ایک حد تک ہر ایک کے نزدیک قابل تسلیم ہے اور اس بحث کا خاتمہ کرنیوالا ہے کہ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ ھُوَ اَھْدٰی سَبِیْلًا۔ اے محمدؐ انہیں بتلادو کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنی اپنی پسند اور خیال کے مطابق عمل کررہا ہے لیکن اس بات کا صحیح علم صرف تمہارے پروردگار عالم کو ہے کہ کون راستی پر ہے اور کون ناراستی پر کون گم کردہ راہ ہے اور کون صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے، کسے ہدایت حاصل ہے اور کس کے حصہ میں گمراہی آئی ہے۔

کمک کی ضرورت ہو تو میں بھیج دوں مگر حقیقت شناس نگاہوں سے یہ منافقت کب چھپی رہ سکتی تھی حضرت امیر معاویہؓ نے ایک ایسے مسکت جواب سے اُس کی حوصلہ شکنی کر دی کہ دوبارہ اُسے اس قسم کی تحریکات کی جرأت ہی نہ ہو سکے آپ نے لکھ بھیجا کہ اگر تم نے ہماری باہمی اجتہادی لڑائی سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور امیر علیہ السلام کے خلاف کوئی لشکر بھیج دیا تو یاد رکھو سیدنا علی علیہ السلام کی جانب سے جو فوج تمہارے مقابلہ میں آئے گی اُس میں سب سے پہلا سپاہی جو ھل من مبارز کا نعرہ لگاتا ہوا میدان جنگ میں نکلے گا اُس کا نام معاویہ ہوگا۔

غرض اسلام نے اخوت و ہمدردی اسلامی کو انتہائی ترقی دے کر متحدہ قومیت کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نے ایران اور رومۃ الکبریٰ جیسی زبردست سلطنتوں کو شکست فاش دے کر تمام دُنیا پر اپنی جوانمردی کی دھاک بٹھا دی اور ملکی و نسلی اتحاد اسلامی اتحاد کے مقابلہ میں بے حقیقت ثابت ہوئے۔ اب بھی اس گئے گذرے زمانہ میں اگر کوئی شے امتِ مرحومہ کے لئے کارآمد اور سود مند ہو سکتی ہے اور مسلمانوں کی موجودہ زبوں اور ناگفتہ بہ حالت اگر سدھر سکتی ہے تو اسی اتحاد بین المسلمین کے طفیل وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا ط

L7369

انسان اور پتھر ہیں اور جو منکرین کے لئے تیار کی گئی ہے علاوہ ازیں جو پاکیزہ تعلیم جو بہترین استدلال، جو معارف و حکم، جو بصائر و عبر، جو طریق استناد و استشہاد، جو جامعیت و حسن بیان قرآن کریم میں موجود ہے وہ اور کہاں ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

افضل الادیان اسلام کے افضل الادیان ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں کیونکہ اس کے عقائد و اعمال، اس کے طرق عبادت و انابت، انسان کے مہذب بنانے کے طریقے، اس کی سیرت بلند کرنے کے ذرائع اور اس کی تمدنی و معاشرتی، اقتصادی و عمرانی حالات کے سدھارنے کے وسائل سب سے بہتر اور سب سے زیادہ قابل عمل ہیں۔

افضل الامم اب ہم افضل الامم کو لیتے ہیں جس کے متعلق قرآن کریم کی صریح آیت ثبوت کے لئے موجود ہے کہ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ جتنی امتیں آج تک گذر چکی ہیں تم ان سب سے بہتر اور افضل ہو اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس اعتبار سے افضل الامم تسلیم کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے موسوم کیا ہے یا الاشیاء تعرف بالاضداد کے مطابق دوسری امتوں سے اپنا تقابل اور توازن کرنے کے بعد اور ان سے ہمیں جو فوقیت و برتری حاصل ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم علی الاعلان اس حقیقت کبریٰ کا اظہار کردیں کہ "ہم چو ما دیگرے نیست" مگر زمانہ چونکہ سائنس کا ہے نئی روشنی والے علم طبیعیات کی عینک لگا کر ہندی کی چندی نکال رہے ہیں غیر مرئی اور غیر محسوس کے وجود کا انکار ہو رہا ہے اس لئے تاوقتیکہ ان کے سامنے ہم اپنے بہترین اور اصلح ہونے کا ثبوت پیش نہیں کریں گے وہ ہمارے اس خالی دعویٰ کو بے دلیل سمجھ کر نفرت اور حقارت سے ٹھکرا دیں گے اور چونکہ افضل الامم کا لقب ہم نے اپنے لئے خود اختیار نہیں کیا بلکہ منعم حقیقی کی بارگاہ سے ملا ہے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ موجودہ حکومتوں کے خطابات و القاب کی طرح بے حقیقت یا محض نمائشی ہو بلکہ اس کی کوئی نہ کوئی اصلیت ضرور ہوگی اور ہونی چاہیئے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ کیا حقیقۃً مسلمان خیر الامت ہیں؟ ان کے وجودوں میں اس قسم کے خصائص و امتیازات پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں؟ اور کیا ان کی زندگی کے تمام شعبے اور تمام معاملات ایسے لائق حمد و ثنا و قابل تعریف و توصیف ہیں جو انہیں دوسری قوموں اور

یا یں ہمہ ہر وہ شخص جو اتنا بڑا دعویٰ کرتا ہے کہ تمام جہان کے ملل و ادیان سے اس کا مذہب ہر ایک اعتبار سے فائق و برتر ہے ضرور اپنے پاس کوئی نہ کوئی حجت اور برہان رکھتا ہوگا اور کسی معقول دلیل کے بغیر ایسے دعاوی پر دلیر ہوا کرتے ہیں دوسرے مذاہب سے قطع نظر ہم صرف اپنے اختیار کردہ دین اسلام کو لیتے ہیں۔

افضل الرسل | ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ چونکہ ہمارا رسول (فداہ ابی و امی) افضل الرسل ہے ہماری کتاب افضل الکتب ہے، ہمارا دین افضل الادیان ہے اس لئے ہماری اُمت افضل الامم ہے اور یہ دعاوی ایسے نہیں جن کے دلائل ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ افضل الرسل کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں اور اُن کے مبارک و مقدس ہاتھوں اس قصرِ نبوت کی تکمیل ہو گئی جس کا نقشہ سیدنا آدم علیہ السلام نے تیار کیا تھا جس کی داغ بیل سیدنا نوح علیہ السلام نے ڈالی تھی جس کی بنیادیں سیدنا ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے رکھی تھیں جس کی دیواریں سیدنا موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہما السلام نے اُٹھائی تھیں اور جس کی چھت حضور رحمۃ للعالمین سید النبیین و امام المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈالدی وَلِاعْتِبَارٍ بِالْخَوَاتِیْمِ ع

آخر آمد بود فخر الاولین

دوسرے حضور شہنشاہ کونین سرور دارین (روحی فداہ) کے جو مناقب و فضائل جو محامد و محاسن جو کمالات و معجزات جو خوارق عادات ہیں وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل ہیں ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

افضل الکتب | قرآن کریم کا افضل الکتب ہونا تو کسی تشریح کا محتاج نہیں فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ "کہ اگر تم اس اعتقاد میں سچے ہو کہ قرآن خدا کا کلام نہیں تو ایک سورت اس جیسی بنا لاؤ اور صرف خود نہیں بلکہ اپنے مددگاروں کو بھی سوائے خدا تعالیٰ کے بلا لو" کا چیلنج جو آج سے تیرہ سو سال پہلے دیا گیا تھا آج بھی اُسی طرح مکذبین و کافرین کو دعوت مقابلہ دے رہا ہے لیکن ساتھ ہی اس کا عدم امکان جو پہلے تھا وہ آج بھی موجود ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ "کہ اگر ایسا نہ کرو اور نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن

ہماری زبوں حالی لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی حالت پر اگر ایک نظر عبرت ڈالی جائے تو پھر بلاشبہ فرطِ ندامت و انفعال سے اپنا منہ گریبان میں ڈالنا پڑتا ہے کیونکہ پہلے مسلمانوں کے جو اوصاف بطور "مشتے نمونہ از خروارے" بیان کئے گئے ہیں ہم مسلمان بالکل ان کی نقیض اور ضد واقع ہوئے ہیں اور ان کے اخلاق و عادات اور ہمارے خصائل و شمائل میں صریح تباین و تناقض اور تضاد و تخالف ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کا فرمان غلط ہوا اور آپ خیر امت والے شرِ امت کے زمرہ میں چلے گئے بلکہ آیت کا مقصود بالکل واضح ہے کہ جو طریقِ عمل تمہارے سامنے پیش کیا گیا ہے اگر تم اس پر پورے طور سے عامل ہوتے تو تم خیر امت میں شامل ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اسلام کی پاکیزہ تعلیم سے انحراف کر لیا اور اس کی جگہ دوسری تعلیمات و ترغیبات میں آکر اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کر لیں تو یہ تمہارا اپنا قصور ہوگا خیر امت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ تمہارا طریق کار سب سے افضل ہے اس لئے اس پر عامل ہونے کی صورت میں تم ہی سب سے افضل ہو جاؤ گے چنانچہ اس قسم کے نمونے قرونِ اولیٰ میں تو بے شمار ملتے ہیں بعد کے زمانے بھی ان سے خالی نہیں رہے اور آج اگر ہم نے اپنے غلط رویہ سے اپنے آپ کو قعرِ ذلت و مسکنت میں گرا دیا ہے اور ادبار و انحطاط کا شکار ہو رہے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہماری امت اب خیر امت نہیں رہی بلکہ یہ کہ ہم انفرادی طور پر اب خیر امت کہلانے کے مستحق نہیں رہے ورنہ اجتماعی حیثیت سے تو اب بھی ہم ہی خیر الامت ہیں ؎

گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ ذرۂ آفتاب تا بانیم

اور یہ خصوصیت جو امتِ محمدی کو حاصل ہو چکی ہے وہ قیامت تک قائم رہے گی کیونکہ چند افراد کی بے راہروی کا اثر ساری قوم پر نہیں پڑ سکتا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔

اُمتوں سے ممتاز بنانے والے ہیں؟ اس کا جواب اثبات میں ہے۔

عربوں پر اسلام کی برکتیں آیئے ہم قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگیوں پر ایک نظر ڈالیں اسلام نے اپنی اعلیٰ تعلیم و تربیت سے اُن میں کیسا ذہنی و طبعی اور تمدنی و معاشرتی انقلاب پیدا کر دیا تھا عرب کے بے آب و گیاہ صحراؤں میں بسنے والے لوگ جنگی وحشت و بربریت کی زمانے بھر میں دھوم تھی اسلام کی برکت سے بام ارتقاء و معراج ترقی پر پہنچ گئے اور دُنیا کے تمام کمالات اور جہان کی تمام خوبیوں کے مالک بن گئے، وہ سب سے زیادہ حقیر تھے اللہ نے انہیں سب سے بڑھکر معزز بنا دیا۔ اسلام سے پہلے اُن کی زندگیاں اونٹ کے دودھ اور سوسمار کے گوشت پر بسر ہوتی تھیں اسلام کے بعد انہیں کرۂ ارضی کی تمام نعمتوں سے لبریز خزانوں کی کنجیاں دیدی گئیں اور دُنیا کا رزق اُن کے ہاتھ سے بٹنے اور تقسیم ہونے لگا۔ وہ صرف مذہبی دیوانے اور شمع رسالت کے پروانے ہی نہیں تھے بلکہ حقوق اللہ سے بڑھکر حقوق العباد کی حرمت پر جان دینے والے تھے وہ تعلیم کے فدائی اور صنعت و حرفت و تجارت کے شیدائی، بہترین سیرت، اعلیٰ کیرکٹر اور بلندی اخلاق کے نمونے تھے اور تہذیب و شائستگی کے مجسمے۔ آرام طلبی، عیش پرستی اور تن آسانی سے انہیں دلی نفرت تھی اور محنت و مشقت سے محبت۔ باہمی تعلقات میں مہربان باپ، اطاعت گذار بیٹے، وفادار خاوند، جان نثار بھائی، ہمدرد رفیق، بہترین ہمسائے، فیاض آقا، نمک حلال غلام، مسکین پرور، یتیم نواز، معاملات میں صادق القول، عہد کے پکے، حسد و بغض سے پاک، بلند ہمت، عالی حوصلہ، متواضع، غرور سے نفور مگر خوددار، اعتقادات میں عزت نفس اور عزت قوم پر جان دینے والے خدا ترس مگر دُنیا کی کسی اور طاقت سے نہ ڈرنے والے اور سب سے بڑھکر اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ پر عامل، صرف خدا کیواسطے دوستی کرنیوالے اور صرف خدا کے واسطے دشمنی رکھنے والے غرض علم الاخلاق میں جو جو باتیں ستائش کے قابل ہیں وہ سب کی سب ان میں موجود تھیں۔ انسانی زندگی میں جو چیزیں بُرائی سے تعبیر کیجاسکتی ہیں اُن سب سے ان کا دامن بالکل پاک و صاف تھا۔ کیا ان حقائق سے واقف ہونے کے بعد بھی کسی کو یہ ماننے میں تامل ہو سکتا ہے کہ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ثابت ہوا اور واقعی اُس نے مسلمانوں کو بلحاظ عادات و خصائل اور بہ اعتبار اخلاق و شمائل "خیر اُمت" بنا دیا۔

مسلمانوں میں جو جوش عمل اور جو جذبہ کار پیدا کر دیا تھا اُس کی جگہ آب بے حسی ہمکوت، جمود اور عدم احساس نے لے لی ہے غرض "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی" کے مطابق موجودہ مسلمانوں کی ایک بھی حرکت اور ایک بھی طریق عمل ایسا نہیں جسے قابل تعریف قرار دیا جا سکے خواہ اس کا تعلق اعتقادات سے ہو یا اعمال سے، عبادات سے ہو یا معاملات سے، طرز معاشرت سے ہو یا طریق بود و ماند سے۔

مسلمانوں کی گمراہی جہاں دُنیا کی قومیں معراج ترقی کی طرف سُرعت رفتار سے تگ و دو میں مصروف ہیں وہاں ہمارے مسلمان بھائی نہایت تیزی سے تنزل و انحطاط و پستی و مذلت کی طرف جا رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اپنی اس حالت زبوں اور کیفیت مذموم کا انہیں خیال تک نہیں اور سقراط کے نظریہ کے مطابق سب سے بڑا بیمار اور لاعلاج مریض وہی ہے جو ایک خطرناک اور مہلک مرض میں مبتلا ہو لیکن اپنے آپ کو تندرست سمجھتا ہو یہی حالت مسلمانوں کی ہے کہ باوجودیکہ سینکڑوں اور ہزاروں علل و اسقام ان پر متسلط ہو رہے ہیں نااتفاقی، فرقہ بندی، بیدینی، بدعملی، افلاس و اضمحلال رسوم و رواج، محکومیت و غلامی کی لعنتوں میں وہ گرفتار ہیں اور دنیا میں کوئی ایسی اخلاقی بیماری نہیں جو اُن کے کمزور اور قوت مدافعت سے عاجز جسم پر حملہ آور نہ ہو رہی ہو مگر بے پروائی، غفلت اور فاقہ مستی کا یہ عالم ہے کہ وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اور اپنی اس ناگفتہ بہ حالت کے باوجود خاموشی سے ایام زندگی بسر کر رہے ہیں یہ توکل و قناعت نہیں بلکہ خود فراموشی ہے جو مرض الموت کی صحیح علامت ہے اور مریض اسلام کی کشمکش حیات کا آخری سکون ہے۔

مریض اسلام کی بدپرہیزیوں اور بے اعتدالیوں کا رونا مدت سے رویا جا رہا ہے مسلمانوں کی ذہنیت کی تبدیلی اور حالات کے تغیر کا ماتم عرصہ سے ہو رہا ہے اور مسلمانان عالم کی بے راہ روی اور مجرمانہ غفلت شعاری پر ہمدردان قوم اور خیر خواہان اُمت اپنا آخری آنسو بھی بہا چکے ہیں لیکن مرض ہے کہ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے اور گھٹنے کا نام تک نہیں لیتا۔ ان کے مقررہ غلط رویہ کی اصلاح تو رہی ایک طرف اس میں مزید خرابی پیدا ہو رہی ہے اور جس صراط مستقیم کو چھوڑ کر وہ ایک غلط راستہ پر چل رہے ہیں اس کے ترک کرنے کی جگہ وہ اور زیادہ بے سوچے سمجھے

مسلمانوں کے تمام امراض کا بہترین اور واحد علاج

یہ امر اب کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانانِ عالم کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہیں اور اگر جہان بھر کے فرزندانِ توحید کو جسم واحد سے تعبیر کیا جائے اور مختلف ممالک کے مسلمانوں کو اُس جسم کے مختلف اعضا و جوارح قرار دیا جائے تو آپ کو ایک عضو بھی ایسا نہ ملے گا جو صحیح و سالم ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غفلت و خود فراموشی اور تعطل و جمود کے خوابِ گراں میں ساری قوم لمبی تانے پڑی سو رہی ہے اگر ایک طرف سیاسیات سے ناواقفیت اور اپنے جائز حقوق طلب کرنے کی نااہلیت ہے تو دوسری طرف سیاست کے دیوتا پر مذہب کی قربانی دی جا رہی ہے اگر ایک ملک کے مسلمان جہالت و لاعلمی کا شکار ہو رہے ہیں تو دوسرے ملک میں علم سے مراد یورپ کے علوم متداولہ سے ہے اور قرآن حدیث و فقہ وغیرہ علوم دینیہ کو خارج از نصاب کیا جا رہا ہے خدا و رسول کی محبت اور اسلام سے عشق جو مسلمانوں کا ایک مابہ الامتیاز تھا اور جس کے بغیر ان کا جسم بلا روح رہتا ہے آج عملی طور پر مفقود ہو چکا ہے بلکہ مذہبی خیالات والے مسلمانوں کو فاتر العقل مذہبی دیوانہ اور معلوم نہیں کن کن حقارت انگیز القاب سے موسوم کیا جاتا ہے خدائے قدوس و قیوم پر ایمان صرف اس حد تک ہے کہ ہمارے باپ دادے ایک خدا کے قائل تھے اور مشرکین مکہ کے اس مضحکہ انگیز استدلال سے کام لیا جا رہا ہے قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (البقرہ) حضور علیہ السلام سے محبت جو ایمان کا وصف امتیازی ہے اب نام کو باقی نہیں رہی اور لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ کے مطابق کوئی شخص ایمان کا مدعی نہیں ہو سکتا جب تک حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے نزدیک بیٹے، باپ اور تمام جہان سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔ اب کتنے فیصدی مسلمان اس معیار پر پورے اُتر سکتے ہیں؟ اسلام نے اپنی جاذب، دلکش اور مؤثر تعلیم سے

تیار ہو گی جس میں تمام مرضوں کا لحاظ رکھا گیا ہو علیٰ ہذا القیاس بیماری کی شدت اور خفت کے مطابق ہی حکیم اور ڈاکٹر کی قابلیت اور ناقابلیت کا سوال پیدا ہوتا ہے معمولی بیماریاں ایک عطائی کے نسخہ سے بھی اچھی ہو سکتی ہیں لیکن تپ دق یا سل کے لئے کسی حکیم حاذق یا لائق ڈاکٹر کے طویل علاج کے بغیر چارہ نہیں۔

حکیم حاذق کی ضرورت

اس اعتبار سے مسلمان اگر اپنے تمام امراض کا علاج کرانا چاہیں تو پہلے انہیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں "نیم حکیم خطرۂ جان" کے مطابق وہ کسی ایسے معالج کے پنجہ میں نہ پھنس جائیں جو انہیں مضر صحت نسخے استعمال کرا کر پہلی حالت سے بھی بدتر حالت میں پہنچا دے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

اور اگر کسی حاذق کے پاس پہنچ بھی جائیں تو پھر بھی اس امر کا خیال رکھیں کہ کہیں اس کی کم فرصتی، بے توجہی اور بے التفاتی کی بھینٹ نہ چڑھ جائیں بعض اوقات ایک معمولی طبیب پوری توجہ دینے سے ایسی اچھی تشخیص کر لیا کرتا ہے کہ ایک فاضل طبیب سہل انگاری اور بے توجہی کی حالت میں نہیں کر سکتا مکمل تشخیص کے بعد جب ایک نسخہ تجویز ہو جائے تو پھر اس کے استعمال میں کوتاہی کرنے اور ایماء شدہ پرہیز نہ کرنے سے بھی کسی فائدہ کی توقع لاحاصل ہے۔ میں ملتِ اسلامیہ کا ایک ناچیز فرد ہوں اور اپنی ناقابلیت و نااہلیت کا تہ دل سے اعتراف کرتا ہوں لیکن اس درد قومی سے متاثر ہو کر جو قدرت نے اس فقیر کے دل میں ایامِ طفولیت سے پیدا کر رکھا ہے اُن قلبی جذبات و حسیات و تاثرات کے زیر اثر جو اس عاجز کے دل میں ہمیشہ اضطراب پیدا کرتے رہتے ہیں اور اس فرض شناسی کے خیال سے جو بحیثیت ایک کثیر التعداد جماعت کے نمائندہ ہونے کے اس احقر کے ذمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی طرف سے عائد ہوتی ہے سالہا سال غور و فکر کرتا رہا۔ خدا کی ساری مخلوق سو جاتی تھی تو جوف شب کے سکوت اور تنہائی میں میں گوہرِ مقصود کی تلاش کے لئے اپنے مالک حقیقی سے لو لگائے بیٹھا رہتا۔ میں کیا کہوں کہ آرام و آسائش کے کتنے دن اور راحت و آسودگی کی کتنی راتیں اس اضطراب و پریشانی میں گذر گئیں کہ مسلمان پھر اپنی کھوئی ہوئی حیثیت حاصل کر لیں۔ ملتِ اسلامیہ کا چمن اپنے لٹے ہوئے حسن، اپنی چھنی ہوئی

تیز قدمی اختیار کر رہے ہیں حالانکہ ہزاروں رہنما ایسے بھی موجود ہیں جو صدق دل سے اپنی گم کردہ راہ قوم کو صحیح راستہ کا پتہ بتا رہے ہیں۔ سینکڑوں لیڈر اور اصلاح پسند اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق شب و روز قوم کی بیداری کے وسائل سوچ کر ان پر عمل کر رہے ہیں، بیسیوں واعظ گاؤں گاؤں پھر کر وعظ کہتے پھرتے ہیں، کئی ایک مقرر اپنی طلاقت لسانی اور عذب البیانی کا ثبوت اپنے دھواں دھار لکچروں سے دے رہے ہیں، اولیائے امت بھی کلیتہً غافل نہیں اور اپنے اپنے حلقہ ارادت و عقیدت میں پُر زور نہ سہی مگر مسلسل اور خاموش تبلیغ میں مصروف ہیں پھر تعجب ہے کہ اتنے حکیموں کی موجودگی میں اور اتنے نسخے استعمال کرانیکے باوصف امراض ملحقہ جسم مسلمین میں کوئی کمی نظر آتی بلکہ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مطابق مریض کی حالت روز بروز خراب ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ہمیں مرض کی تشخیص کرنے والوں اور دوا دینے والوں کی نیک نیتی پر ذرا بھی شبہ نہیں اور جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے صدق دل سے خواہاں ہو کر میدان عمل میں نکل چکے ہیں اُن کی ہمارے دل میں ایک خاص عزت و منزلت اور قدر و قیمت ہے لیکن وَلِلنَّاسِ فِیمَا یَعْشَقُونَ مَذَاهِبٌ کے مطابق ہم یہ عرض ضرور کریں گے کہ ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

تشخیص مرض اور دوا مریض کا علاج کرنے سے پہلے تشخیص مرض ضرور ہوا کرتی ہے صرف ادویہ کا استعمال ازالہ مرض کا باعث نہیں ہوتا تاوقتیکہ مکمل تشخیص کے بعد ایک مناسب حال نسخہ تجویز نہ کیا جائے پھر امراض بھی متفاوت ہوا کرتے ہیں بعض بیماریاں جو معمولی قسم کی ہوں معمولی علاج سے اچھی ہو جایا کرتی ہیں مثلاً زکام اور ریزش کیلئے شربت بنفشہ مفید ہو سکتا ہے، پیٹ کے درد کے لئے اجوائن خراسانی فائدہ پہنچا سکتی ہے مگر امراض مہلکہ و مزمنہ کے لئے معمولی مفرد دوا سے بمشکل صحت ہو سکتی ہے اور جس حد تک مرض لاعلاج اور بیماری خطرناک ہو اُسی تناسب سے اس کا علاج بھی دقت طلب ہوا کرتا ہے بالخصوص جبکہ امراض متعدد و متنوع ہو تو دوا بھی ایسے مرکبات سے

رسولِ برحق کی محبت، اِسلام کی محبت اور قرآن کی محبت باقی نہیں رہی اور مذہب سے جو شغف وانہماک قانت مسلموں کے لئے ناگزیر ہے وہ معدوم ہو چکا ہے اِس لئے وہ اپنی ملحقہ تکالیف ومصائب، لاحقہ علل واسقام اور دامنگیر ہونے والے آفات وبلیات سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے بجائے قرآن کے احکام و ارشادات کی تعمیل کے یورپ کے فلاسفروں کی کتابیں دیکھنے لگے ہیں اور بام ترقی پر پہنچنے کی خاطر وہ زینے چھوڑ کر جو حکیم علی الاطلاق نے ہمارے سامنے پیش کئے تھے یورپ کی خود ساختہ سیڑھی پر چڑھنے لگے ہیں یہی نہیں بلکہ ہمارے بعض بھائیوں کی حالت اِس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ مذہب کو اپنی دُنیاوی ترقی میں ایک سنگ راہ سمجھ کر اُسے راستہ سے ہٹا دینے کے درپے ہو رہے ہیں، دینی مکاتب ومدارس اُن کے خیال میں رجعت قہقری کی درسگاہیں ہیں، خانقاہیں اور مسجدیں اِنسان کو نکما اور اپاہج بنانے والی ہیں اور اِسلامی پردہ خواتین کی حقوق طلبی کے لئے ایک رُکاوٹ ہے جس کو دُور کئے بغیر وہ مردوں کے دوش بدوش نہیں چل سکتیں۔

یورپ کی تقلید غرض مذہب سے منافرت، مقررہ اِسلامی قواعد وضوابط سے بُعد اور اور حقیقی تعلیمات مذہب سے ہجر روز بروز روبہ ترقی ہے، ہمارے نئی تہذیب کے دلدادہ بھائی بلا سوچے سمجھے اپنی لیلائے مقصود کو یورپ کے محمل میں موجود سمجھکر مجنوں وار اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور اپنی خاندانی روایات، وضع داریاں اور اِسلام سے قائم شدہ تعلقات سب بالائے طاق رکھکر اور سب کو منقطع کرکے ایک اور صرف ایک دُھن میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ بھی یورپ کی اقوام کی طرح دُنیا میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کرسکیں، آسمانوں پر اُڑتے پھریں، سمندروں میں تیرتے پھریں، سائنس، فلسفہ، طبیعیات، طبقات الارض وغیرہ علوم متداولہ سے وہ بھی واقفیت حاصل کرکے ایجادات واختراعات کرنے لگیں، ان کی عورتیں بھی خاندانی عزت وناموس وحیا وپردہ کو بالائے طاق رکھ کر ان کے ہمراہ ناچ گھروں اور کلبوں میں ناچتی پھریں اور غیر محرم لوگوں کے ساتھ اختلاط وارتباط بڑھانیکی خاطر ڈانس میں شریک ہوا کریں لیکن کیا یہ ساری حقیقتیں، یہ تمام واقعات اور یہ متذکرہ بالا تبدیلیاں مسلمانوں کے امراض کا علاج، ان کی بیماریوں کی شفا

رونق اور اپنی زائل شدہ سرسبزی و شادابی سے دوبارہ ہم آغوش ہو جائے،
آخر اللہ تعالیٰ کی عاجز نوازی نے میری رہنمائی کی اور مجھے ایک ایسا جامع، تیر بہدف
اور مجرب نسخہ مل گیا جس کے چند روزہ استعمال سے مریضِ اسلام انشاء اللہ بالکل
صحتیاب ہو جائیگا، اس کی تمام بیماریاں کافور ہو جائینگی اور مسلمانوں میں
وہی امنگیں اور ولولے پیدا ہو جائیں گے جو اُن کے اسلاف کرام میں موجود تھے
غرض دوا کیا ہے ایک اکسیر حیات، ایک روح زندگی اور ایک شفاء الاسقام ہے۔

تیر بہدف نسخہ | مسٹر گاندھی کا قول تھا کہ اگر ہندوستان کے لوگ انکے کہنے پر عمل کریں
اور کھدر وغیرہ کا استعمال شروع کر دیں تو وہ ایک سال میں سوراج (حکومت خود اختیاری)
لے دینے کے ذمہ وار ہیں، یہ بات خارج از بحث ہے کہ چرخہ سے سوراج مل سکتا ہے
یا نہیں یا اگر مسٹر گاندھی کے ارشادات کی تعمیل کی جاتی تو سوراج حاصل ہو جاتا یا نہ ہو جاتا
مگر ہمارا یہ دعویٰ ہے اور اس کی تائید میں معقول ترین دلائل ہمارے پاس موجود ہیں
کہ اگر مسلمان ہمارے پیش کردہ طریقِ عمل پر ٹھیک ٹھیک عامل و کاربند ہوں اور
جو نسخہ تجویز کیا گیا ہے اُسے باقاعدہ استعمال کریں تو صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں
اُن کی کایا پلٹ جائے گی، اُن کے تمام امراض و علل کا قلع قمع ہو جائیگا اور انہیں وہ
تمام مناصب و مدارج حاصل ہو جائیں گے جو اُن کے اسلاف کرام (رضی اللہ عنہم) کو
نصیب تھے۔

مسلمانوں کی بیماریاں | موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں ہزاروں کمزوریاں، سینکڑوں عیوب
اور بیسیوں نقائص موجود ہیں، اُن کا تمدن بگڑ چکا ہے اُن کے اقتصادی حالات
خراب ہو چکے ہیں، بقول شاعر ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ان کی معاشرت، ان کے طریق بود و ماند، ان کے رسوم و رواج اور انکی طرز حیات وغیرہ
سب اسلام کے مقررہ اصول سے ہٹ چکے ہیں اور ہمسایہ اقوام کے طرز عمل کیمطابق
ہو چکے ہیں لیکن سب سے زیادہ قابل افسوس اور موجبِ تاسف یہ امر ہے کہ
مسلمانوں کی ذہنیتیں بدل گئی ہیں اُن کے دلوں میں خدائے قدوس و قیوم کی محبت

ہم اس قسم کے نتائج نکالنے سے قاصر ہیں تو اس میں قصور ہماری ذہانت و فہم کا ہے نہ کہ قرآن کریم کی حکیمانہ تعلیم، فلسفیانہ طریق استدلال اور بہترین طرز بیان کا ؎

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ ۔۔۔ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ

واحد علاج | مسلمان اگر ترقی کر سکتے ہیں، ان کی موجودہ کمزوریاں اگر رفع ہو سکتی ہیں دیگر اقوام عالم میں ان کا درجہ اگر بلند ہو سکتا ہے تو اس کا صرف ایک چارہ کار، صرف ایک حل مشکل ہے اور صرف ایک طریق عمل ہے اور وہ یہ کہ مسلمان اپنی روش، اپنی طرز اور اپنے رویہ کو فی الفور تبدیل کر دیں اور بجائے اس کے کہ اپنی باگ یورپ کی محیر العقول عشوہ طرازیوں اور دلکش جلوہ نمائیوں کے حوالے کر دیں نیک و بد کی تمیز کئے بغیر عواقب و نتائج سے خالی الذہن ہو کر اندھا دھند اہل یورپ کے پیچھے دوڑنے لگیں اور حضور مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اغیار کا تتبع اس حد تک ہونے لگے کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں تو مسلمان بھی ان کے پیچھے گھس پڑیں، انہیں رجعت قہقری سے کام لینا چاہئے اور مسٹر گاندھی کے قول کے مطابق ایک سو سال نہیں بلکہ پورے تیرہ سو سال پیچھے ہٹنا چاہئے، اپنا دیرینہ تمدن، دیرینہ تہذیب اور دیرینہ طریق معاشرت اختیار کر لینا چاہئے اور خدائے کارساز کی حضور میں نہایت صدق دل سے گڑگڑا کر عرض کرنی چاہئے کہ ؎

راندہ درگہ تو سوئے تو مے آید باز ۔۔۔ بخرد شیشۂ باطل شدہ را شیشہ ساز

مسلمان یاد رکھیں اور اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ انکی نجات کا واحد ذریعہ، انکی فوز و فلاح کا واحد سبب اور انکی دارینی ترقی کا واحد موجب صرف یہی ہے کہ وہ قرون اولے کے مسلمانوں کی تقلید کریں ان کے نقش قدم پر چلنے لگیں اور اپنے تمام تفکرات و ہموم اس شراب محبت کے جام لنڈھانے سے محو و منسی کر دیں جو آج سے تیرہ سو سال پہلے خمخانۂ حجاز میں کشید ہوئی تھی اور جسے نوش کر کے مسلمان دنیا و مافیہا کو بھول کر ایک اور صرف ایک بارگاہ کے ہو رہے اور خدا کے پرستاروں اور نبی امی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے آستان بوسوں نے خدا اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سب کچھ قربان کر دیا وللہ در قائلہ

آنکس کہ ترا بخواست جاں را چہ کند ۔۔۔ فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ۔۔۔ دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

اور ان کے دکھوں اور دردوں کی دوا ہو سکتی ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کم از کم اپنی قوم کی خیر خواہی اور بہبود طلبی کا درد اپنے دل میں رکھتے ہوئے یہ فقیر تو اس ترقی کرنے سے منع کرنے کو تیار نہیں اور اگر یورپ کے بازاروں میں کوئی ایسی جنس مل سکتی ہے جس کے خرید لینے سے مسلمانوں کا افلاس و احتیاج رفع ہو سکتا ہے اگر سائنسدان ڈاکٹروں نے کوئی ایسا نسخہ تجویز کر لیا ہے جس کے استعمال سے ہماری بیمار قوم صحتیاب ہو سکتی ہے "تو چشم ما روشن دل ما شاد" بڑی خوشی سے وہ اس کی آزمائش کریں اور اپنا دامن مقصود گوہر مراد سے بھر لیں لیکن اگر ایمان جیسی متاع گراں مایہ دیکر بھی مسلمانوں کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ اسلام کی مطابق عقل و موافق فطرت تعلیم کو وقف نسیان بنا کر بھی ہماری قوم کو کچھ نہیں سیکھنا اور ع

چلا جب چال کوا ہنس کی اس کا چلن بگڑا

کے مطابق اپنی رفتار چھوڑ کر بھی دوسرے کی رفتار پر نہیں چلنا تو پھر یہ ساری ہنگامہ آرائی یہ ساری تگ و دو اور یہ سارا ذوق و شوق بیکار محض ہے لغو اور فضول ہے اور گناہ بے لذت کی حیثیت رکھتا ہے۔

علت العلل اور اصل اسلام سے مسلمانوں کا بعد دین سے ناواقفیت اور مذہب سے بے اعتنائی ان سب خرابیوں اور بے دینیوں کا باعث ہو رہی ہے ورنہ جس خدا کے پرستار اور نبی امی (روحی فداہ) کے اطاعت گذار کے جسم میں ایک غور و فکر کرنے والا دماغ اور ایک حقیقت شناس دل موجود ہو وہ اس مسلمہ نظریہ کے اظہار سے کبھی باز نہیں رہ سکتا کہ ؎

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈھے سے ملیگی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

اُسے اس امر کا یقین اور حق الیقین ہے کہ رازِ کائنات کی عقدہ کشائی کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَردتُ اَن اُعرَفَ کے مستور و خزینہ محفوظ کی پردہ دری علم حقائق الاشیاء سے تعارف، اعلیٰ تمدن اور بہترین تہذیب سے روشناسی منطق، فلسفہ، ہیئت، ریاضی، ہندسہ، اقلیدس، طبیعیات، مابعد الطبیعیات وغیرہ علوم و فنون سابقہ و مروجہ کی صحیح نوعیت کا علم تو قرآن حکیم کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ سے

عملی زندگی

کارگاہ عالم میں ہر ایک شئے بلا استثنار مصروف عمل ہے اور خواہ حیوانات ہوں یا نباتات، جمادات ہوں یا اجزائے لایتجزیٰ "اختیاری یا غیر اختیاری" "ارادی یا غیر ارادی" "اضطراری یا غیر اضطراری" حرکت کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور انہی حرکات کا دوسرا نام زندگی اور حیات ہے، جہاں سکون پیدا ہو جائے، حیوانات کے اعضا و جوارح کام کرنے سے رہ جائیں، نباتات میں نمو و احساس باقی نہ رہے، جمادات اپنے مرکز ثقل کو چھوڑ دیں اسی کو موت اور فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نباتات کی زندگی دنیا آج سے چند سال پہلے اس بات کی معتقد تھی کہ سبب حیات جو روح کا دوسرا نام ہے صرف حیوانات کے لئے مخصوص ہے اور نباتات میں گو نشو و نما، صحت و مرض، فنا و بقا کا سلسلہ موجود ہے لیکن ان میں دوسری قوتیں اور حواس خمسہ ظاہری و باطنی نہیں پائے جاتے اور یہ کہ ان کو راحت اور تکلیف اگر پہنچ بھی جائے مگر انہیں ان کا احساس نہیں ہو سکتا جمادات کے متعلق تو اب تک لوگ اسی مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ اجسام تو ہیں لیکن بلا ربع، موجود تو ہیں لیکن بلا حیات اور ان میں تغیر و تبدل ممکن تو ہے لیکن کسی نہ کسی ذریعہ سے، حالانکہ قرآن حکیم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے رازِ کائنات کو طشت از بام کرتے ہوئے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ دنیا میں کوئی شئے بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس میں قوت تمیزی نہ ہو اور جو اپنے خالق و مالک کی حمد و ثنا میں رطب اللسان نہ رہتی ہو وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ کوئی شئے بھی جو مخلوق کہلاتی ہو ایسی نہ ملے گی جو خدائے حکیم و قدیر کی تحمید تقدیس اور تسبیح و تہلیل میں مصروف کار نہ ہو یہ علیحدہ بات ہے کہ تمہاری قوتِ سماعت ان کے ترانہ ہائے حمد سننے سے عاری ہو تمہاری آنکھیں مظاہر قدرت کا تماشا نہ کر سکیں اور تمہارے دل اس قسم کے تخیلات و ادراکات سے محروم ہو چکے ہوں، ڈاکٹر بوس کے پیش کردہ نظریہ سے پہلے کتنے

نسخہ کیمیا آؤ آج ہی ہم ہر چمکتی ہوئی شئے کو سونا سمجھ کر اس کے پیچھے دوڑنے اور ہر سراب پر پانی کا دھوکا کھانے کے بجائے ایک ایسے گنج گرانمایہ کی تلاش میں نکلیں جس کے ہاتھ آجانے سے ہمارا ہر قسم کا افلاس و احتیاج جاتا رہے گا، ہم غنی ہو جائیں گے، دولتمند ہو جائیں گے، آسودہ حال ہو جائیں گے، وہ گنج شائگاں، وہ لازوال دولت اور وہ خزینہ قارون کیا ہے، وہ کونسا نسخہ ہے جس کے استعمال سے ہماری تمام علل و اسقام، ہماری تمام بیماریاں اور ہماری تمام کمزوریاں رفع ہو جائیں گی جس آب حیات کے پینے سے ہماری تمام مُردہ قوتیں زندہ ہو جائیں گی، خفتہ جذبات بیدار ہو جائیں گے اور طبیعت میں ایک جوش، ایک ولولہ، ایک اُمنگ پیدا ہو جائیگی، یہ نسخہ کسی قرابادین اعظم کا نہیں، کسی رموز الاطبا سے ماخوذ نہیں اور کسی حکیم حاذق یا قابل ڈاکٹر کا تجویز کردہ نہیں بلکہ قرآن حکیم جیسی جامع و مانع وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۱۷/۸۲) کا وصف امتیازی رکھنے والی اور تمام جہان کے امراض کے علاج کی ضامن کتاب سے لیا گیا ہے یہ ایک معجون مرکب ہے جس میں صرف دو دوائیں پڑتی ہیں لیکن ان کی کیمیاوی تحلیل سے ایک ایسی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ شہتاری آب حیات و اکسیر حیات وغیرہ خواہ انسان کی تمام بیماریوں کا واحد علاج ہو سکتے ہوں یا نہ ہوں، قرآنی دوا ایک مسلمان کے تمام روحانی امراض کا قرار واقعی استیصال کرنے کے لئے تیر بہدف ہے اس کے باقاعدہ استعمال سے مسلمانوں کے متحد جسم کی تمام تکلیفیں رفع ہو جائینگی اور ان میں ایک ایسی زبردست قوت مدافعت پیدا ہو جائیگی کہ پھر دنیا بھر کی کسی بیماری کو ان پر حملہ آور ہونے کی جرأت ہی نہیں رہے گی کیونکہ "نزلہ بر اندام ضعیف ریزد"

اب ہم آپ کو زیادہ انتظار میں نہیں رکھنا چاہتے اور دواؤں کا نام بتلائے دیتے ہیں جن کی خاصیتیں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان ہونگی۔

هُوَ الشَّافِيْ

عملی زندگی و اجتماعی حیات را ہم وزن گرفتہ معجون نیار سازند کہ ہمہ امراض را نافع است۔

اِنَّ هٰذِهٖ لَتَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ

اور کاٹے جانے یا گر پڑنے تک محدود ہے حیوانات کا عمل پیدا ہونے، ایک وقت معین تک زندہ رہنے، چرنے چگنے، حفاظت خود اختیاری کے ذرائع تلاش کرکے ان پر کاربند ہونے پھر "جہد للحیات" و "تنازع للبقا" کے زیر عمل اپنی زندگی اور حیات کے لئے آخری کشمکش کے بعد مرجانے اور هَبَاءً مَنْثُورًا ہوجانے تک منحصر ہے لیکن بنی نوع انسان کو جہاں ہر ایک اعتبار سے دوسرے حیوانات پر فوقیت و افضلیت حاصل ہے وہاں اس کی عملی تگ و دو اور کارکردگی کی جدوجہد بھی سب سے اعلیٰ اور برتر ہے اور اس کے کارنامے صرف اس کی زندگی تک محدود نہیں رہا کرتے بلکہ اس کے سرگرم افراد کی بنائی ہوئی یادگاریں صدیوں تک باقی رہتی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں ؎

تِلْكَ آثَارُنَا تَدُلُّ عَلَيْنَا وَكُلُّنَا قَدْ تَدُلُّ عَلَى الْآثَار

انسانی سرگرمیوں کے آثار گذشتہ سلاطین کے تیار کردہ فلک بوس قلعے اور سربلند عمارتیں، صدیوں کے پہلے تمدن کے آثار قدیمہ، قابل اور فاضل اہل علم کی تصنیف کردہ کتابیں، ان کے قائم کردہ نظریئے، ان کے پیدا کردہ اصول کار اور طریقے جن کو مزید عملی رنگ دیکر آج یورپ معراج کمال تک پہنچنے کا مدعی ہو رہا ہے دراصل حضرت انسان کے وہ باقیات الصالحات ہیں جو اس کی پرجوش مسلسل، انتھک اور پیہم مساعی جمیلہ کا بدیہی ثبوت ہیں۔ عمل اور صرف عمل کی کمی بیشی، قلت و کثرت اور قوت و ضعف سے قومیں بنیں اور بگڑیں، کمال ارتقا تک جا پہنچیں اور قعر گمنامی میں جا گریں اور یہ عمل ہی کی کارروائی تھی کہ عرب کے بدوی باوجود ہر طرح کی ظاہری بے سروسامانی اور بے مائگی کے اس زمانہ کی بہترین متمدن سلطنتوں سے دست و گریباں ہوگئے اور اپنی زبردست قوت ارادی اور بے مثال جوش عمل کے اسلحہ سے مسلح ہوکر آرام طلب اور عیش پرست اقوام کو شکست فاش دے کر ہمیشہ کے لئے فنا کے گھاٹ اتار گئے۔

دیگر مذاہب کی تعلیمات کے متعلق ہم کوئی قطعی رائے ظاہر نہیں کرسکتے لیکن اسلام کی تعلیم تو انسان کو یہی سکھلاتی ہے کہ اس کی ساری زندگی عمل کا ایک شاندار مظاہرہ جدوجہد کا ایک محیر العقول منظر اور سعی پیہم کا ایک حیرت زا و استعجاب انگیز نظارہ ہے۔

علم حقائق الاشیار کے ماہرین تھے جو نباتات کے اسرار حیات سے واقف تھے مگر یہ حقیقت عالم آشکارا ہو چکی ہے کہ یہ سرسبز درخت، یہ لہلہاتے ہوئے کھیت، یہ پُر بہار باغات دراصل اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہیں جو جاندار ہے، حساس ہے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کے مختلف دور ختم کر کے بالآخر دوسرے حیوانات کی طرح ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو جاتی ہے۔ موسموں کے تغیر و تبدل، طوفان کی محشر خیزی و ہلاکت آفرینی، نسیم سحری کے جھونکے، بادِ صرصر کے تھپیڑے، ایک خوش گلو گانے والے کے گیت سارنگی اور طنبورہ کا ترنم سب اُن پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وہ بھی اپنے گرد و پیش کے حالات سے ایسے ہی متکیف ہوا کرتے ہیں جیسے کہ دوسرے حیوانات۔

جمادات کی زندگی علم الاحجار کے ماہرین شائد صحیح پتہ دے سکیں لیکن اتنا تو ہم نے بھی سنا ہے کہ جمادات و حجریات میں بھی نشو و نما پایا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایک سنگلاخ چٹان سے بھی پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور ایسے پتھر بھی پائے جاتے ہیں جو بلا کسی ظاہری تحریک کے خود بخود لڑھکنے لگے ہوں اور یہ اسی حقیقت کبریٰ کا عملی ثبوت ہے جس کا اظہار قرآن کریم میں ہیں الفاظ کیا گیا ہے:۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ	بعض پتھر ایسے ہیں جن سے چشمے اور نہریں نکلتی ہیں۔
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ	بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور اُن سے پانی بہتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جو خدا کے خوف سے لڑھکنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے واقف و غافل نہیں
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ	
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ط	

عمل اور اُس کے مدارج غرض موجودات کی ان تین قسموں کے علاوہ اجرائے دیگر قاطبہ جو مادیین کے نزدیک ایک بے ارادہ جسم ہیں قدرت کی زبردست کارفرمائی میں آکر ایسی عجیب و غریب شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اور ایسے ایسے رنگ بدلتے ہیں جن کو دیکھتے ہوئے ان کی حرکات کا انکار ناممکن ہو جاتا ہے۔ انہی حرکات اور انہی تغیرات کا نام عمل ہے اور جب ایک شئے حرکت سے رُک جاتی ہے اُس پر تعطل اور سکون پیدا ہو جاتا ہے تو وہ عالم بقا سے نکل کر جہان فنا میں چلی جاتی ہے۔ اور اس پر منتظمین قضا و قدر کیطرف سے موت کا فتویٰ صادر ہو جاتا ہے۔ عمل کے بھی مختلف مدارج و اقسام ہیں نباتات کا عمل انکے نشو و ارتقا، پھلنے پھولنے اور پھر کسی خاص تکلیف کے زیر اثر خشک ہو جانے

کتنے ہی تنگ کیوں نہ ہوں اور اپنے رشتہ داروں بلکہ بیویوں تک کے حقوق اس نے کتنی ہی بے دردی سے غصب کر رکھے ہوں مگر پھر بھی اس کا خیال ہے کہ عبادات ہیں انہاک اُسے اِن تمام برائیوں اور بدسلوکیوں کی پاداش سے محفوظ رکھنے کا ضامن ہے۔ دُوسرا فرقہ اُن انگریزی خواں اور سائنس کی عینک لگا کر مذہب کو مطالعہ کرنے والے مسلمانوں کا ہے جو عبادات کو بالکل ثانوی حیثیت دینا چاہتے ہیں اور نماز و روزہ ان کے نزدیک ایک شغل بیکاری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عبادات میں پڑکر، مسجدوں اور خانقاہوں میں بیٹھ بیٹھکر مسلمان نکمے اور آرام پسند ہو چکے ہیں اور ایک عملی کام کرنے والی جماعت کے لئے اس قسم کے مشاغل زنجیر پا ہوا کرتے ہیں کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق عمل سے مُراد تحصیل علوم و فنون کسب صنعت و حرفت اور مشغولیت تجارت و زراعت ہے اور موجودہ وقت میں جو لوگ صحیح راستہ پر چل رہے ہیں اور جن کی زندگی عملی زندگی کہلا سکتی ہے وہ یورپ والے ہیں مسلمانوں کی بدعملی اس لحاظ سے نہیں کہ وہ نمازیں نہیں پڑھتے یا رمضان المبارک کی بے حرمتی کرتے ہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ سائنس اور طبعیات کی طرف راغب نہیں ہوتے اور عدم تدبر و بے علمی کی وجہ سے ان کے دماغ ایجادات و اختراعات کے قابل نہیں رہے۔

اِسلامی عمل کیا ہے لیکن جہانتک ہم نے اِسلام کی مطابق عقل سلیم تعلیم پر غور و فکر کیا ہے اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عمل نام ہے عبادات اور معاملات کے مجموعہ کا اور جس طرح کہ بدمعاملہ زاہد لائق نفرین ہے اُسی طرح ایک بے دین فلاسفر قابل نفرت ہے اِسلام کے پاکیزہ اصول کو ایک شاعر نے حضور خواجہ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اِس ایک شعر میں بہترین طریق پر بیان کر دیا ہے ؎

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل ۔۔۔ خوص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشبہ کا

یعنی مُسلمان ایک طرف اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ ہے جو اس حقیقی آقا کی خدمت کا حق ادا کرے دُوسری طرف مخلوق خدا سے بھی اس کے تعلقات ایسے خوشگوار ہوں کہ کسی کو اس پر جائز حرف گیری و نکتہ چینی کا موقع نہ مل سکے ایک وقت اگر وہ اپنے منعم حقیقی اور مہربان خدا کی حمد و ثنا اور تمجید و تقدیس میں رطب اللسان نظر آتا ہو تو دوسرے وقت اُلکا سب

عقیدہ بلا عمل اور عمل بلا عقیدہ قرآن حکیم کی تعلیم کا لب لباب، خدائی ارشادات کا ماحصل اور حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ یہی ہے کہ انسانوں کا وہی غافل گروہ جو بے عملی، بدعملی، بدنظمی اور خود فراموشی جیسے مہلک اور خطرناک امراض میں مبتلا تھا اُسے اس کی خلقت اور پیدائش کی غرض و غایت سے واقف کرتے ہوئے ایک ایسی شاہراہ عمل پر لگا دیا گیا، ایک ایسے مکمل اور مفید دستور العمل سے روشناس کرا دیا گیا جس پر چل کر جسے اپنا نصب العین بنا کر وہ نہ صرف آخرت کے لذائذ و نعم سے بہرہ اندوز ہو سکیگا بلکہ دنیا میں بھی اپنے ایام حیات نہایت آرام و اطمینان، فراغت و دلجمعی عزت و آبرو سے بسر کر سکے گا۔ اس ساری کامیابی و کامرانی اور فوز و فلاح دارینی کا راز عمل اور صرف عمل میں مرکوز و مضمر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات میں ایک اور شے بھی ہے جسے اصلاً عمل پر تقدم حاصل ہے اور وہ اعتقاد و اذعان ہے لیکن جس طرح کہ ایک بدعقیدہ شخص کا عمل بالخصوص جبکہ اس کا تعلق عبادات سے ہو قابل اعتنا نہیں ہوا کرتا اور اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اسی طرح نفس اعتقاد جبکہ وہ ایک تخیل سے نکل کر عملی جامہ نہ پہن لے بالکل بے حقیقت اور ہیچ میرز ہے۔

عبادات و معاملات اب ہم عمل کی مزید تشریح کرنا چاہتے ہیں اور افراط و تفریط میں پڑے ہوئے دونوں فرقوں کو بتلانا چاہتے ہیں کہ جبتک تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنے مقاصد کو متحد اور یکجا کرنے کی کوشش نہیں کروگے تب تک اس کے سوا چارہ نہیں کہ تم پر تنگدلی اور غلط فہمی کا بجا الزام لگایا جائے تمہارے یکطرفہ فیصلے کم از کم ایک صحیح دل اور دماغ رکھنے والے کے نزدیک ناقابل قبول بلکہ لائق تنفر رہیں گے۔ موجودہ زمانہ کے خیالات کا اگر تجزیہ و تقسیم کی جائے تو دو قسم کے عقائد رکھنے والے لوگ نظر آئینگے۔ ایک وہ جن کے خیال میں عمل سے مقصود عبادات اور صرف عبادات ہیں اور اگر ایک مسلمان پانچ وقت نماز پڑھ لے، رمضان شریف کے روزے رکھ لے اہل نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ دیدے اور صاحب استطاعت ہونے کی حالت میں فریضہ حج بیت اللہ ادا کر آئے تو بس جنت اُس کے لئے ہے اور وہ جنت کے لئے۔ ان کے علاوہ معاملات اور حقوق العباد میں تو وہ آزاد مطلق ہے خواہ لوگوں سے اُس کا برتاؤ کتنا ہی خراب ہو، سوسائٹی والے اُس کی ناشائستہ حرکات اور کمینہ خصائل سے

قرونِ اولےٰ کے مسلمان اور فریضہ تبلیغ

حالانکہ قرونِ اولےٰ کے مسلمان اگر کہیں باہر تجارت کی غرض سے بھی جاتے تھے تو ان کے جاذب و دلکش طرقِ عبادت و ثابت بہترین سیرت، اعلیٰ کیریکٹر ایک طرح تبلیغی فرض بھی ساتھ ساتھ ادا کرنیکا ذریعہ بن جاتے تھے اور اگر آج چین، جاوا، سماٹرا اور فلپائن میں مسلمانوں کی تعداد لاکھوں اور کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے تو یہ کس کی کوششوں کا نتیجہ ہے ان عملی زندگی رکھنے والے اسلامی تعلیم کے زندہ نمونوں اور دین فطرت کے علم برداروں کی مساعی جزیلہ کا جو ان ممالک میں تجارت کی خاطر یا صنعت و حرفت کی خاطر گئے مگر علاوہ ظاہری فوائد اور منافع کے یہ اخروی ثواب بھی حاصل کرتے آئے کہ اسلام کے جس نورِ ہدایت نے فاران کی چوٹیوں کو منور کیا تھا اس کی ایک جھلک ان لوگوں کے ذریعہ چین و جاپان تک جا پہنچی، ایک کرن یورپ کے ظلمتکدہ پر ڈالدی گئی اور ایک دلکش نظارہ افریقہ کے حبشیوں نے دیکھ لیا ہمارے بعض متعصب مورخین جو ہندوستان میں اسلام کے استحکام کو محمد بن قاسم محمود غزنوی۔ شہاب الدین غوری۔ اورنگزیب عالمگیر وامثالہم کا شرمندۂ احسان قرار دیتے ہیں سخت مغالطہ میں مبتلا ہیں۔ یہ درست ہے کہ عرب کی وہ تیغ دودم جس نے سلطنت روما کے پرخچے اڑا دیئے اور ساسانی اقبال کو نیست و نابود کر دیا نوجوانانِ عرب کے ہاتھوں سے نکل کر بہادر ترکوں کے ہاتھ آئی اور ہندوستان میں کئی بار چمکی اور یہاں کشتوں کے پشتے لگ گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک فاتح قوم مفتوح اقوام کے اجسام پر تو بزور شمشیر قابض ہو سکتی ہے مگر انکے قلوب و ارواح پر قبضہ و اقتدار مشکل ہوا کرتا ہے۔

ہندوستان میں اشاعت اسلام

اگر ہندوستان میں اشاعت اسلام مسلم فاتحین و قائدین کے ذریعہ سے ہوئی ہوتی تو سلطنت مغلیہ کے زوال پذیر ہونے اور طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو جانے پر وہ کونسی رکاوٹ تھی جو مجبور و مقہور باشندگان کو ترک اسلام سے روکتی رہی یا آج جبکہ مذہبی آزادی کا زمانہ اور "انا الحق کہو اور سولی نہ پاؤ" کا وقت ہے۔ ہندوستان کے سینکڑوں اور ہزاروں نومسلم خاندان اپنا پہلا مذہب کیوں اختیار نہیں کر لیتے جو ان کے باپ دادوں سے تلوار کے زور سے چھڑایا گیا تھا؟ انگریزوں کو ہندوستان پر قابض ہوئے اب ایک صدی کے قریب زمانہ

حَبِیْبُ اللّٰہِ کے مطابق وہ خدا کی دوستی کا فخر حاصل کرنے کی خاطر کھیت میں ہل چلا رہا اور محنت و مزدوری کر رہا ہو اور خدا کے فضل (تجارت) کے ابتغا میں مصروف کار ہو۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب اصحاب صُفّہ کی ترجمانی کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ عرضداشت پیش کی کہ یا تو انہیں باہر جنگلوں میں چلے جانے اور دُنیا اور اُس کی دلچسپیوں اور دلفریبیوں سے کنارہ کشی اختیار کر لینے کی اجازت دیجائے اور یا اپنے آپ کو نامرد بنا لینے اور خصی ہو جانے سے منع نہ فرمایا جائے تو جواب ملا کہ یہ کیا کمال ہے کہ تم گناہ پر قادر نہ ہونیکی وجہ سے گناہ چھوڑ دو۔ کمال تو یہ ہے کہ قدرت گناہ کے باوجود اور دُنیاوی دلکشیوں اور رغبتوں کے ہوتے ہوئے تم خُدائے جبّار و قہار کے خوف و ہراس سے اپنے دامن کو معاصی و کبائر سے ملوّث نہ ہونے دو۔

مقصد یہ ہے کہ دُنیا میں بھی رہو، دُنیا کے کام بھی کرو، بیوی بچوں سے بھی محبت کرو، تحصیل علم کی خاطر چین تک بھی چلے جاؤ، سائنس اور فلسفہ کی تلاش میں یورپ کی کوچہ گردی بھی کر لو، تجارت کے لئے افریقہ اور امریکہ تک بھی جا پہنچو لیکن جہاں رہو جس حالت میں رہو اپنے خدا کو مت بھولو، اپنے دین کو مت فراموش کرو اور اپنے سارے جہان سے پیارے نبی (فداہ ابی و امی) کی یاد ہر وقت دل میں تازہ رکھو ؎

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دراصل ایک چیز کے دو اجزا کو جن کے امتزاج اور اختلاط ہی سے اس کی رعنائی و زیبائی بلکہ اس کی ہستی قائم ہو علیحدہ علیحدہ کر دینا اور پھر الگ الگ حصّوں سے وہ توقعات وابستہ کرنا جو بحیثیت مجموعی اس سے پوری ہوا کرتی تھیں پرلے درجے کی حماقت اور نادانی ہے عمل سے مقصود عبادات اور معاملات دونوں ہیں اور جہاں ایک تارک صوم و صلوٰۃ بدعمل کہلا سکتا ہے وہاں ایک بدمعاملگی کرنیوالا بھی نیک عمل نہیں رہ سکتا اور مسلمانوں کی اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اوّل تو اُن کے بداعمال لوگوں میں ایسے افراد کی کثرت ہے جو بے دین بھی ہوں اور بدمعاملہ بھی، اگر کہیں کسی نے نماز، روزہ شروع کر دیا تو حقوق العباد کی پرواہ نہیں اور ایک پروفیسر کے لئے مذہبی رسوم کی ادائیگی فیشن کے خلاف ہے فضلوا فاضلوا۔

خلوص نہیں، ان کے معاملات نادرست ہیں، ایک طرف اگر وہ احسان فراموش ہو چکے ہیں تو دوسری طرف خائن و غدار ہیں اگر ان کا خدا، ان کا مالک ان کی بدعملیوں اور عدول حکمیوں سے ناراض ہو کر انہیں اپنی شہنشاہیت سے خارج کر چکا ہے تو دوسری طرف مخلوق خدا اُن سے بیزار ہے، متنفر ہے اور اُن کے سایہ سے دور بھاگ رہی ہے۔

آج مسلمانوں کے وعظ اور مقرر باوجود عذوبت لسان و ندرت بیان کیوں بے اثر ہو رہے ہیں؟ آج مسلمانوں کے لیڈر اور رہنما لوگوں کی بے توجہی اور عدم التفات کے کیوں شاکی ہیں؟ آج ہمارا طبقہ صوفیہ کیوں مورد طعن و تشنیع ہو رہا ہے؟ لوگوں کی ذہنیتوں میں کیوں کوئی انقلاب پیدا نہیں ہوتا؟ غفلت اور جمود سے ہماری قوم کیوں چھٹکارا حاصل نہیں کرتی؟ اور کیا وجہ ہے کہ دوسری قومیں تو شاہراہ ترقی پر نہایت سرعت رفتار سے چل رہی ہیں مگر ہماری قسم جو ہمارے پیش کردہ نظریہ کے مطابق سب قوموں سے افضل و اعلیٰ ہے رجعت قہقری میں گریز پا ہو رہی ہے اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے کہ مسلمانوں میں عملی قوت مفقود ہو چکی ہے، اُن کو باتیں بنانا خوب آتا ہے مگر میدان عمل کے وہ مرد نہیں ہیں حالانکہ ترقی یافتہ قومیں زبانی جمع خرچ کم کیا کرتی ہیں اور عمل زیادہ۔"

وسیلۂ فلاح اگر مسلمان بھی چاہتے ہیں کہ انہیں اقوام عالم میں پھر خصوصیت امتیازی حاصل ہو، انہیں وہ مدارج عالیہ اور مناصب جلیلہ نصیب ہوں جو دوسروں کی قسمت میں آچکے ہیں اور وہ دین اور دنیا دونو میں سرخرو اور کامران ہو سکیں تو انہیں فی الفور اپنے اندر ایک زبردست تبدیلی کر لینی چاہیے۔ غفلت و جمود اور تعطل و سکون کو چھوڑ کر وہ سرگرم عمل ہو جائیں، انکی ہمتیں بلند ہو جائیں ان کے حوصلے بڑھ جائیں اور جوش عمل میں آکر وہ تمام تکالیف، مصائب، موانع اور رکاوٹوں کو مردانہ وار برداشت کریں اور اُن سے دوچار ہوں۔

یاد رکھو کہ دنیا کی عیش و عشرت، آخرت کی نعمتیں اور لذتیں صرف انہیں کیلئے ہیں جو کچھ کر کے دکھلائیں جو بلائے مقصود سے ہمکنار ہونے کی خاطر مخوف و اصحرا نوردی اختیار کریں اور جن کے قیمتی اوقات کا کوئی حصہ بھی یادِ خدا یا خدمت خلق سے خالی نہ رہے یہی فرمان خدا ہے یہی قانون الٰہی ہے اور یہی منشائے ایزدی ہے کہ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ انسان کیلئے سوائے اُس کے عمل اور سعی کے اور کوئی چیز سود مند نہیں هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ط

سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے مکان کی تلاش ہے اور یہ سب چیزیں سوائے کسی دوسرے شخص کی اعانت کے بہم نہیں پہنچ سکتیں۔ ایک جولاہا کپڑا تو بُن سکتا ہے لیکن ہل نہیں چلا سکتا۔ ایک کاشتکار تخم ریزی تو کر سکتا ہے لیکن نجاری کے کام سے ناواقف ہے غرض یہ اجتماعی حیات ہی کی برکات ہیں کہ ایک دوسرے کی مدد کرنے سے انسانی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور اگر ہر ایک انسان کو دوسرے حیوانات کی طرح ہر ایک ضرورت خود ہی پوری کرنی پڑے تو اس کی زندگی اس کے لئے وبال جان ہو جائے اور پھر وہ اپنی ساری حیات میں سوائے ضروریات خانگی مہیا کرنے کے اور کوئی علمی یا عقلی کارنامہ انجام نہ دے سکے اور اس میں اور دوسرے حیوانات میں جو امتیازات موجود ہیں فی الفور مٹ جائیں۔

الہامی مذاہب اور مطابقت فطرت

ادیانِ عالم میں سے جو مذاہب الہامی ہیں ان کی تعلیم ہمیشہ انسانی فطرت کے مطابق ہوا کرتی ہے اور اس کا کام صرف انسان کو اُسکے وہ فرائض یاد دلانا ہوا کرتا ہے جو اُس کے ذمہ طبعاً و عقلاً عائد ہوتے ہیں ایک عقلمند اور ذیہوش آدمی کا سب سے بڑا معلم خود اُس کا اپنا ضمیر اور اپنی کانشنس ہوتی ہے اور مذہب نے بھی اس معاملہ میں رواداری سے کام لے کر اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ (یعنی اپنے دل سے ہر معاملہ کے حُسن و قبح کے متعلق دریافت کر لیا کرو) کا حکم نافذ کر دیا بالخصوص اسلامی تعلیمات تو سراسر مطابق فطرت و عقل سلیم ہیں فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اور اگر تفکر و تدبر سے کام لیا جائے تو آپ کو اسلام کے مقررہ اصول و قواعد میں کوئی ایک بات بھی ایسی نظر نہ آئیگی جو ایک مہذب و شائستہ قوم کے شایانِ شان نہ ہو یا جس میں خود انسانی بہتری یا بہبود کا کوئی نہ کوئی راز مضمر نہ ہو اسی نظریہ کے ماتحت ہم اجتماعی حیات کو لیتے ہیں جو آج علوم عقلیہ کے اس حد تک ترقی کر جانے کے باوجود مدبرین و مبصرین کے نزدیک وہی وقعت و اعتبار رکھتی ہے جس پر وہ آج سے دو ہزار سال پہلے فائز تھی پہلے اگر دو تین طاقتیں مل کر ایک زبردست سلطنت کو شکست دے سکتی تھیں تو کیا ماضی قریب میں امریکہ کی شمولیت اتحاد ثلثہ کی فتح و نصرت کا ذریعہ نہیں بنی اور جنگ عظیم میں اکیلا فرانس یا برطانیہ جرمنی کو شکست دے سکتے تھے؟ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اجتماعی حیات کے جو فوائد و ثمرات

اجتماعی حیات

انسانی عادات و خصائل میں جہاں اور چند ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جنہیں اسکی طبیعت ثانیہ اور فطری جذبات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو اس کی حیات کیلئے جزو لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں اس کا مدنی الطبع ہونا، آپس میں مل جل کر رہنا اور انفرادی زندگی سے اجتماعی حیات کو مرجح سمجھنا بھی ایک طبعی جذبہ، ایک فطری تقاضا اور ایک پیدائشی خواہش ہے عمرانیت و مدنیت کی طرف نوع انسان کا میلان و رجحان کچھ آج سے نہیں بلکہ اس کی آفرینش سے ہی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بعض دوسرے حیوانات کی طرح اسے اکیلا رہنے، ایام حیات تنہائی اور خلوت میں بسر کرنے اور اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل صرف اپنی ذات تک محدود رکھنے کا کبھی خیال تک پیدا نہیں ہوا یہ الگ بات ہے کہ اس نے اپنی پسند کے مطابق شہروں کی گنجان آبادی میں رہنا موزوں سمجھا ہو یا قصبات و دیہات میں اپنی سکونت کر لی ہو لیکن ایسا کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی زمانہ میں کوئی انسان بہ درستی ہوش و حواس تن تنہا کسی جنگل یا بیابان میں رہا ہو اور اپنی ضروریات وہاں سے ہی پوری کر لی ہوں بلکہ ایک گم کردہ راہ مسافر اگر کسی لق و دق صحرا میں جا بھی پھنسے تو اس کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوگی کہ وہ انسانی آبادی کو تلاش کر لے اور اس تنہائی کی مصیبت سے اسے چھٹکارا نصیب ہو دوسرے حیوانات کی ضروریات زندگی کا انحصار چونکہ صرف خوردن اور خفتن پر ہے اور ان کی حیات کا ماحصل صرف یہ ہے کہ وہ باہر چرنے چگنے کے بعد کسی غار یا بھٹ میں پڑ کر سو رہیں اس لئے وہ تنہائی اور علیحدگی کے دلدادہ ہوا کرتے ہیں تاکہ ان کی آزادی میں کوئی دوسرا مخل انداز نہ ہو لیکن اس کے برعکس حضرت انسان کی ضروریات اس قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ جبتک وہ دوسرے ہمجنسوں سے تعلقات پیدا نہ کر لے اور داد و ستد، بیع و شرے ایکدوسرے کی اعانت اور ہمدردی بنی نوع سے استفادہ نہ کرے وہ آرام و اطمینان کی زندگی بسر ہی نہیں کر سکتا اسے پہننے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے کھانے کیلئے خوراک کی حاجت ہے

باقی عبادات بھی اجتماعی حیات سے باہر نہیں، روزے رمضان کے سوا بھی رکھے جا سکتے ہیں وَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے رمضان کی تخصیص ایک اجتماعی صورت پیدا کر رہی ہے۔ علی ہذا القیاس زکوٰۃ کے لئے نصاب اور مصارف کی تعیین وحدت کار کا ایک سبق آموز اشارہ ہے۔

عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ اور يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ والی احادیث صحیحہ کہ جمعیت کثیر کا اتباع کرو اور خداوند تعالیٰ کا دستِ شفقت جماعت کی پشت پر ہوتا ہے، جماعتی زندگی کی مزید فوقیت و افضلیت ظاہر کرتی ہیں اور آج مسلمان جن مصائب و تکالیف میں مبتلا ہیں جس تنزل و انحطاط میں پڑے ہوئے ہیں اور زمانہ کے جو جو ظلم و ستم برداشت کر رہے ہیں اس کا ایک بہت بڑا سبب ان کی تفرقہ بندی، ان کی نا اتفاقی اور ان کی بدنظمی ہے۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک قبلہ اور ایک کتاب رکھنے والے مسلمان فروعی اختلافات پر لڑ جھگڑ رہے ہیں، ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کر رہے اور اغیار کو ہنسی اور مذاق کا موقع دے رہے ہیں حالانکہ دانا اور مصلحت اندیش ہمسایہ قوم باوجود اصولی اختلافات کے ایک گائے پر جو اُن کے نزدیک واجب التعظیم ہے متحد ہو چکی ہے۔ ہمارا یہ منشا نہیں کہ مسلمان اپنے فروعی اختلاف کو چھوڑ دیں اور اہل سنت والجماعت اہل تشیع کے عقائد کے پیرو بن جائیں یا اہلحدیث اہل قرآن کے ہمخیال ہو جائیں اور نہ اس قسم کی تحریکات کامیاب ہو سکتی ہیں لیکن کم از کم اسلام کی عزت و حرمت پر، خدا اور اس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر اور قرآن کریم اور کعبۃ اللہ کی عزت و حرمت پر تو انہیں عملاً متحد ہو جانا چاہئے جبکہ ان معاملات پر اعتقاداً تمام فرقے متحد ہیں۔

فرقہ بندی کی لعنت حقیقت یہ ہے کہ آجکل فساد و عناد، بغض و حسد، ذاتی اغراض اس حد تک تمام لوگوں اور بالخصوص مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکے ہیں کہ دعوت اتحاد بین المسلمین بھی ایک جرم سے کم نہیں اور اگر ایک سنی کسی دوسرے فرقہ کے پیرو کو خدا اور رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دلا کر اتحاد عمل کی درخواست کرے تو وہ ہمارے بعض تنگ خیال اور تنگ نظر علما کے نزدیک کشتنی، سوختنی اور گردن زدنی قرار پاتا ہے علی ہذا القیاس دوسرے فرقوں کا کوئی شخص اگر کسی

اسلام نے اپنی مؤثر اور دلکش تعلیم میں پیش کئے ہیں اور اپنی ہر ایک مقررہ عبادت میں جس التزام کے ساتھ اس کا صحیح مظاہرہ کرانے کی کوشش کی ہے شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں اس کی کوئی مثال مل سکے اور ایک مسلم قانت و مومن مخلص کی زندگی پر اگر آپ غائر نظر ڈالیں تو صاف پتہ چلے گا کہ وہ اجتماعی حیات کی ایک عملی تفسیر ہے ایک مجسم نمونہ ہے اور ایک زندہ مثال ہے۔

ارکانِ اسلام اور درسِ اجتماع

نماز جو ادائے تشکر و امتنان کا عملی ثبوت ہے علیحدہ بھی پڑھی جا سکتی ہے اور اس کی انفرادی طور پر ادائیگی سے بھی اصل مقصد یعنی اظہار عبودیت حاصل ہو سکتا ہے مگر وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ کا فرمان واجب الاذعان کہ نماز باجماعت پڑھا کرو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ جو مسلمان کسی عذر کے نہ ہوتے ہوئے بھی جماعت میں شامل نہیں ہوتے میرا جی چاہتا ہے کہ آگ لے لوں اور ان کے گھروں کو جلا دوں در اصل اسی بنا پر صادر ہوا ہے کہ وہ اجتماعی حیات کے خوگر ہو جائیں اور محلہ والے دن میں پانچ دفعہ اور تمام شہر اور دیہات کے باشندے ہفتہ میں ایک دفعہ عام مساجد اور جامع مسجد میں اکٹھے ہو کر خدائے قدوس و قیوم کی عبادت کے بعد ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوں، باہمد گر صلاح و مشورت کریں اور اپنے تحفظ و بقا کی تدابیر سوچ کر انہیں عملی جامہ پہنائیں۔ اجتماع عیدین کا مقصد بھی قریب قریب وہی ہے جو جمعہ کا تھا۔ البتہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہونا، مصافحہ و معانقہ کرنا محبت و اخوت قائم کرنے کا ایک مزید عملی اقدام ہے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کی ایک متحدہ کانفرنس تو حقیقۃً اجتماعی حیات اور اتحاد بین المسلمین کا وہ زبردست مظاہرہ ہے جس سے اگر صحیح طور پر فائدہ اٹھایا جائے اور اس عظیم الشان اجتماع اسلامی کے موقع پر مسلمانوں کے موجودہ امراض و اسقام کا کوئی نسخہ تجویز کیا جائے تو پھر رونا کس بات کا رہے۔ اگر حج سے مقصود محض قبول توبہ و ادائے مناسک ہے تو توبہ یہاں ہندوستان میں بیٹھ کر بھی ہو سکتی ہے اور ادائے ارکان کے لئے ایک وقت خاص کی تعیین کی قطعاً ضرورت نہ تھی مگر وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا میں جو حقیقی راز مضمر ہے وہ یہی اجتماعی حیات اور دنیا بھر کے ذی استطاعت مسلمانوں کا باہمی اتحاد کار و اشتراک عمل ہے۔

اور اُدھر حُسنِ سلوک، ملائمت اور رواداری کی یہ حالت تھی کہ نبی نجران کے عیسائی کسی پولیٹیکل غرض سے آستانہ نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) پر شرف باریابی حاصل کرتے ہیں انہیں مسجد نبوی میں قیام کے لئے جگہ ملتی ہے اور جب وہ یہ خواہش کرتے ہیں کہ ہم اپنے طریق پر عبادت کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے خلق مجسم رؤف ورحیم نبی (فداہ ابی وامی) فرماتے ہیں کہ یہ مسجد اسی کام کے لئے وقف ہے ہم اپنے طریق کے مطابق عبادت کرتے ہیں تم اپنے طریق پر کرو، زیادہ سے زیادہ یہ کہ درمیان کوئی حد فاصل قائم کر لی جائے۔ آج سُنّیوں کے داخلہ سے اہل حدیث کی مسجدیں ناپاک ہو جاتی ہیں اور ایک وہابی اگر اہل السنت والجماعت کی مسجد میں چلا جائے تو فرش کے علاوہ دیواریں بھی دُھلوائی جاتی ہیں۔ سعدی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا — دلِ دُشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام — کہ با دوستانت خلاف ہست جنگ

اعتصام بحبل اللہ | مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک وہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کے مطابق خدا کی رسّی اور حبل المتین کو مضبوطی سے نہیں پکڑیں گے اور انفرادی زندگی کی لعنت سے اپنے آپ کو پاک وصاف کر کے اجتماعی حیات کی نعمتِ عظمیٰ سے مالامال نہ ہو جائیں گے تب تک اُن کی زندگی غلامی کی زندگی ہے۔ ..... اُن کی زندگی بے غیرتی کی زندگی ہے اُن کی زندگی بے حیائی کی زندگی ہے۔ مسلمانوں کی اجتماعی حیات کا مقصد یہ ہے کہ ایک خدائے لایزال کے پرستار اور ایک رسول برحق (روحی فداہ) کے نام لیوا سب دُوسرے رشتوں اور تعلقوں کے مقابلے میں اِسلام کے رشتہ اور ناطہ کو اہم اور اقدم سمجھیں اخوت اِسلامی کو سب برادریوں سے افضل جانیں اور اِسلامی برادری کو سب پر ترجیح دے کر ایک ایسا اتحاد پیدا کر لیں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے ایسے رشتے جوڑ لیں کہ دُوسری اقوام پر ان کا رعب وداب قائم ہو جائے، اغیار کے دلوں میں ان کی ہیبت بیٹھ جائے اور ان کی متحدہ قومیت کا مقابلہ کرنے کی دُنیا میں کسی کو جرأت نہ رہے۔ اس اجتماعی حیات کی جنس گرانمایہ کے حاصل کرنے کی خاطر مرکزیت کی ضرورت ہے، ایک نظام کی ضرورت ہے، ایک سلک کی ضرورت ہے جس میں سب

اہلسنت کے نزدیک چھو بھی جائے تو اُسے اپنے فرقہ والے مردود اور ملعون قرار دیتے ہیں اور اسی پر اکتفا نہیں حنفی اور شافعی کا سوال، مالکی اور حنبلی کا اختلاف، نقشبندی اور چشتی کی بحث، دیوبندی اور بریلوی کے جھگڑے بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ اسلام تمام اختلافات کو مٹا کر بنی نوع انسان کو اتحاد اور اتفاق کی ایک سطح ہموار پر لے آیا تھا اور اپنے متبعین میں اُس نے ایک ایسا نظام، ایک ایسی مرکزیت پیدا کر دی تھی کہ خلیفہ وقت مدینہ طیبہ میں بیٹھا ہوا اُن اسلامی لشکروں کی کمان کرتا تھا جو ایران میں مصروف پیکار ہوتے تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسا مایہ ناز جرنیل عین میدان کارزار میں اپنی معزولی کا پروانہ پڑھ کر بجائے ناراض ہونے اور آمادہ بغاوت ہونے کے یہ کہکر دل کو تسلی دے لیتا تھا کہ اگر جاہلیت کا زمانہ ہوتا اور عمر رضی اللہ عنہ میرا بادشاہ ہوتا تو میں ایسے پروانہ کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتا مگر اب تو میں اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا ہوں عمرؓ کو اپنا امیر تسلیم کر چکا ہوں اور اُس کے ہر حکم کی تعمیل میرے لئے فرض عین ہے۔ آج ہماری بدبختی، شومئی قسمت اور بے نصیبی سے یہ پاک مذہب خود ہمارے ہاتھوں بدنام ہو رہا ہے مسلمان ہونا خدائی فوجدار ہونیکے مرادف ہے، مسلمان ہونا سارے جہان سے دشمنی رکھنے کے مرادف ہے اور مسلمان ہونا پرلے درجے کے متعصب ہونیکے مرادف ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

قرآن کریم کی تعلیم تو یہ تھی:-

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم! اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو کہدے کہ آؤ تمہیں ایک ایسے کلمہ کی تلقین کروں جو ہمارے اور تمہارے عقائد میں یکساں اہمیت رکھتا ہے اور جس پر ہم اشتراک عمل کر سکتے ہیں وہ یہ کہ ہم سوائے ایک خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں کسی شے کو اُس کا شریک و سہیم نہ بنائیں اور ہم اپنے میں سے ایک دوسرے کو وہ درجہ نہ دینے لگیں جو رب العالمین کیلئے مخصوص ہے

حضور سرور کائنات صلعم کا عمل

اِس تعلیم کا مقصد بالکل واضح ہے کہ اغیار و اجانب کو اپنی طرف مائل و ملتفت کرنے کے لئے یہ ایک بہترین طریق کار ہے۔ انہیں ایسے معاملات میں اشتراک عمل کی دعوت دی جائے جن میں کہ وہ پہلے ہی سے متفق الرائے و متحد الخیال ہوں

ایک محاذ پر جمع ہو جائیں اور لَا اُحِبُّ عَلِیًّا بَلْ اُبْغِضُ مُعَاوِیَہ کے ضرب المثل کے مطابق اگر ہمارے عقائد و خیالات ہمیں کسی صورت متحد نہیں بنا سکتے تو اغیار کی ریشہ دوانیوں اور مخالفین کی چالبازیوں کے مقابلہ میں تو ہم اکٹھے ہو جائیں۔ ہندوستان کی تمام دوسری قومیں اپنی طاقت کو مستحکم بنانے اور اپنے بکھرے ہوئے شیرازہ کو درست کرنے میں مصروفِ عمل ہیں، رضا کار بھرتی ہو رہے ہیں، کئی ناموں کے لشکر اور دل قائم ہو رہے ہیں، زور آزمائیاں ہو رہی ہیں، اکھاڑے بن رہے ہیں اور یہ سب کچھ اپنی حفاظت کے ماتحت ہو رہا ہے اُن کے سیاسی دل و دماغ رکھنے والے رہبر معترض ہونے کی صورت میں کہتے ہیں کہ ہندوستان کو سوراج اُس وقت تک مل ہی نہیں سکتا جبتک اُس کی گاڑی کے سب پہیے مضبوط نہ ہوں، کیا مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کا پہیہ سب سے زیادہ کمزور رہے کیا انہیں ہندوستان میں نہیں رہنا، کیا انہیں اِس دُنیا کی سکونت چھوڑ کر مریخ میں اپنی نو آبادی بنانی ہے اور کیا وہ ایک کی غلامی سے نکل کر دوسرے کی غلامی اختیار کرنا چاہتے ہیں اگر جواب نفی میں ہے تو آؤ ہم بھی کمرِ ہمت چست باندھ کر "اتحاد بین المسلمین" اور "اجتماعی حیات" کے آلات سے مسلح ہو جائیں، کارگاہ عالم میں دیگر اقوام سے نبرد آزما ہونے کے لئے نہیں کہ بلا وجہ جارحانہ اقدام اسلام میں منع ہے مگر ان کے دوش بدوش اور قدم بہ قدم چل کر اور راستہ کی تمام رکاوٹوں کو دُور کر کے منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں یہ کہنا پڑے ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

اب باتیں بنانے کا وقت گذر چکا ہے دنیا کے لوگ اتنے بیوقوف نہیں ہے کہ انہیں باتوں میں لگا کر اپنا مقصد پورا کر لیا جائے اب عمل اور صرف عمل کا زمانہ ہے اور تاوقتیکہ ایک کثیر جماعت کوئی متحد طریق عمل قائم نہ کرے ایک شخص کی آہ و بکا صدا بصحرا ثابت ہوگی میں نے اپنی دانست اور سمجھ کے مطابق ایک نسخہ تجویز کر دیا ہے ایک نصب العین سامنے رکھ دیا ہے ایک طریق کار بتلا دیا ہے اُس پر عمل کرنا یا نہ کرنا اُس پر چلنا یا نہ چلنا اور اُسے اختیار کرنا یا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ وہ نسخہ کیا ہے وہ نصب العین کیا ہے وہ طریق کار کونسا ہے؟ وہی جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ "عملی زندگی" اور "اجتماعی حیات" کو اختیار کر لو یا سادہ الفاظ میں "ایک بنو اور نیک بنو" وَھٰذَا مَا اَنْھٰنِیْ رَبِّیْ۔

مسلمان منسلک ہوجائیں۔ ایک لڑی کی ضرورت ہے جس میں سب موتی پرو دیئے جائیں اور جب تک مسلمانوں کا بکھرا ہوا شیرازہ یکجا نہ ہوگا اُن کی منتشر طاقتیں مجتمع نہ ہونگی اور اُن کا بگڑا ہوا نظام ازسرِ نو درست نہ ہوگا تب تک وہ اجتماعی حیات کے محاسن و فوائد سے مستفید و مستفیض نہیں ہوسکتے۔

تم کہتے ہو کہ ہماری مرکزیت موجود ہے، ہمارا نظام قائم ہے، ہم فلاں درگاہ سے غلامانہ تعلق رکھنے والے ہیں، فلاں درسگاہ کے تعلیم یافتہ ہیں اور فلاں اُستاد کے شاگرد ہیں۔ اِس میں شک نہیں کہ پیر بھائی یا اُستاد بھائی ہونا بجائے خود اخوت اسلامی کا ایک مظہر ہے لیکن جو مرکزیت ہمیں مطلوب ہے، جو نظام ہم چاہتے ہیں جو آرگنائزیشن ہمارے پیش نظر ہے وہ زیادہ ارفع ہے، بہت بلند ہے اور اِن قیود اور پابندیوں سے بالکل آزاد ہے۔ آپ بڑی خوشی سے اپنے پیروں کے عقیدتمند مرید رہیں۔ آپ اپنے کامل فن اُستاذ کو تمام دوسرے اساتذہ پر ترجیح دیا کریں۔ آپ اپنی درسگاہ کے کمالات جتنے شد و مد سے چاہیں بیان کرتے رہیں مگر خدارا ان اُلجھنوں اور ان بندشوں میں پڑ کر اسلام کے بہترین اصول مرکزیت کو نہ بھول جائیں اور اجتماعی حیات کو جو اقوام و ملل کے لئے بمنزلہ اساس کار ہے فراموش نہ کر جائیں۔

اجیبوا داعی اللہ | آؤ ہم سب مل کر اسلام کو بدنام ہونے سے بچائیں۔ مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو حوادث کے تھپیڑوں سے نجات دلائیں اور نعرۂ توحید سے وحدت اسلامی کا سبق سیکھ کر دنیا کو بتلادیں کہ ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

چشتی اور نقشبندی رہیں، سہروردی اور قادری رہیں، حنفی اور مالکی رہیں، شافعی اور حنبلی رہیں ....

.... عقائد و اعمال کے لحاظ سے جو رہیں سو رہیں مگر اسلام کی حفاظت، قرآن کی حفاظت، خدا اور اُس کے حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے سب ایک مرکز پر متحد ہوجائیں۔

اور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ عفت و عصمت خاصۂ انبیاء و رسل (علیہم السلام) ہے اور کبائر معاصی سے محفوظ و مامون رہنا شان رسالت و نبوت ہے پھر بھی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو عادات و خصائل اور جو اخلاق و شمائل علمائے کرام، صوفیائے عظام اور امرائے ذوی الاحتشام کے ہونے چاہئیں جو توقعات ہمیشہ اُن سے وابستہ چلی آتی ہیں اور خدمت قوم اور بہبود ملت کے لئے قرونِ اولیٰ میں یہ طبقے جس قدر مفید ثابت ہو چکے ہیں اُن کا عشرِ عشیر بھی اب عملاً موجود نہیں۔

موجودہ حالت

حرص و طمع، خود نمائی و خود ستائی، عجب و غرور جیسے کتنے عادات ذمیمہ و خصائل رذیلہ ہیں جو اُن لوگوں کے دل و دماغ پر مسلط ہو چکے ہیں جن کے نقش قدم پر چلنا اور جن کا اتباع کرنا عامۃ الناس کے لئے اہم ترین فرائض میں داخل ہے پھر جب رہبرانِ قوم ہی خود گم کردہ راہ ہوں تو کسی کی رہنمائی کیونکر ہو ع

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

اس میں شک نہیں کہ فی زمانہ بعض ایسی قدسی صفات ہستیاں بھی موجود ہیں جن کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جن کا ورع و اتقا، جن کی پاکیزہ حیات اور مبارک زندگی بطور نمونہ و مثال کے پیش کی جا سکتی ہے اور جن کے وجود باجود کے یمن و برکت سے ہی یہ کائنات قائم ہے یہ جہان باقی ہے یہ دُنیا موجود ہے لیکن لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ اور اَلْقَلِیْلُ کَالْمَعْدُوْم کے مطابق ہمارے پیش نظر مستثنیات نہیں بلکہ عام فرقے اور جماعتیں ہیں اور پہلے زمانہ میں اگر کسی ایسے مہتم بالشان فرقہ سے معدودے چند اشخاص ایسے نکلا کرتے تھے جو "بدنام کنندہ نکونامے چند" کے ضمن میں آجائیں تو آج سوائے چند اصحاب کے جنہیں اُنگلیوں پر گنا جا سکتا ہے باقی سب کے سب ایسے نکلیں گے جن کا نہ ہونا اُن کے ہونے سے اچھا ہے۔ عوام کی ذہنیت پر گریہ و زاری کرنا، کالانعام سے ملقب فرقہ کی بے دینی کا رونا رونا اور عام مسلمانوں کی غفلت اور گمراہی پر آنسو بہانا بیکار محض ہے۔ پہلے درجہ کی حماقت ہے اور ناواقفیت و جہالت کا زبردست ثبوت ہے۔ سب سے بڑا ماتم، سب سے بڑی مصیبت اور لاعلاج مرض تو یہ ہے کہ لوگوں کو راستہ بتلانے والے خود راستہ گم کر چکے ہیں مصلحین کی اپنی حالت قابل اصلاح ہے اور معالج و حکیم خود مرض الموت کا شکار ہو رہے ہیں ع

عود الی المقصود

عمریست کہ آوازہ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

مسلمانانِ عالم بالعموم اور مسلمانانِ ہند بالخصوص جن مصائب و نوائب جن مشکلات و تکالیف اور جن آزمائشوں اور ابتلاؤں میں مبتلا و گرفتار ہیں اور ان کی زندگی کا ہر ایک شعبہ خواہ اس کا تعلق اقتصادیات سے ہو یا معاشیات سے، معاشرت سے ہو یا طرز بود و ماند سے، تمدن سے ہو یا تہذیب سے، شائستگی سے ہو یا عمرانیت سے، اجتماعی حیات سے ہو یا عملی زندگی سے غرض ان کے جتنے معاملات، جتنے حالات اور جتنے واقعات ہیں سب کے سب بلا استثنا بدترین شکل میں ہیں، ناقابل اظہار صورت میں ہیں اور ناگفتہ بہ کیفیت میں ہیں اور ع

"تن ہمہ داغ دار شد پنبہ کجا کجا نہم"

کے مطابق مریض کے جسم کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں جو ماؤف نہ ہو چکا ہو، کوئی بھی قوت ایسی نہیں جو معطل نہ ہو چکی ہو اور اعضا میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جسے صحیح و سالم قرار دیا جا سکے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو اگر جسم اسلامی کے مختلف اعضا و جوارح تسلیم کر لیا جائے تو کونسا حصہ جسم ایسا ہے جس پر نرغہ نہیں گر چکا یا جو مفلوج نہیں ہو چکا یا جس میں سے حرارت غریزی کلیتہً مفقود نہیں ہو چکی۔ علمائے امت کو لیجئے، صوفیائے ملت کو لیجئے، امرائے قوم کو لیجئے سب کے سب یاس و قنوط، نا امیدی و مایوسی اور خود فراموشی و دل گرفتگی کی زندہ تصویر نظر آئیں گے۔ اب بجائے اس کے کہ ان کے عیوب و نقائص بیان کئے جائیں۔ ان کی کمزوریوں کا انکشاف کیا جائے اور ان کے غلط طریق عمل کی تشریح کی جائے وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اپنے آپ کو بھی انہیں کا شریک کار ظاہر کرتے ہوئے ایک شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ؎

من حال دل زاہد خلوت نخواہم گفت کیں راز اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ

اِن تخیلات کے زیر اثر اور ان حسیات و جذبات کے زیر عمل اِس فقیر نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ بجائے اِس کے کہ کسی دُوسرے شخص کی امداد و اعانت حاصل کر کے کسی دُوسرے قابل کار کی خدمات سے فائدہ اُٹھا کر اور کسی دُوسرے رہنما یا لیڈر سے اشتراک عمل پیدا کر کے اصلاح قوم، ہمدردی ملّت اور بہبود مُسلمین کی خاطر کوئی عملی اقدام کیا جائے اور جو وقت خدمتگذاری اِسلام و مُسلمین میں صرف کرنا ہے اُس کا ایک حصّہ دُوسروں کو ہمخیال بنانے کی غرض سے باہمی تبادلہ خیالات اور بحث و تمحیص میں خرچ کیا جائے یہ بہتر ہوگا کہ اپنے ناقص مبلغ علم، اپنی معمولی سمجھ اور اپنے پریشان خیالات کے ماتحت جو کام بھی ہو سکتا ہے اُس کا اِفتتاح کر دیا جائے اور کسی دُوسرے کے مضبوط اور قوی بازوؤں پر بھروسہ کرنے کی جگہ اپنے کمزور بازوؤں پر اعتماد کیا جائے کیونکہ اِسلام کی بہترین تعلیمات میں اعتماد علی النفس بھی ایک خاص درجہ رکھتا ہے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

مژدہ باد اے مرگِ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ ہمارے فرقہ صوفیہ میں کون کونسی باتیں قابل اعتراض ہیں۔ علمائے کرام کن کن غلطیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ارباب حل و عقد اور اصحاب بست و کشاد کی افتادِ طبیعت کیسی ہو چکی ہے لیکن یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دوسری فروگذاشتوں کی ہزار تاویلات کی جائیں۔ دوسری غلطیوں کی ہزار توجیہات کی جائیں اور "خوئے بدرا بہانہ بسیار" کے مطابق عذر گناہ کے لئے ہزار حیلے بہانے تراش لئے جائیں مگر اس کا ہم مزعوم رہبرانِ قوم و ہادیانِ ملت کے پاس کیا جواب ہے کہ ہمارے سامنے آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے لوگ دھڑا دھڑ ایک عمیق اور تاریک کنوئیں میں گر رہے ہیں اور ہم بجائے اس کے کہ انہیں اس نادانستہ اقدام خودکشی سے منع کریں اور انہیں کم از کم یہ جتلا دیں کہ تم خطرہ میں ہو الٹا محو تماشا ہیں ہمارے لئے یہ ایک شغل بیکاری ہے اس مجرمانہ غفلت اس حد سے بڑھی ہوئی بے پروائی اور حیرت انگیز بے فکری کا الزام عائد کرنے سے مجھے کوئی طاقت روک نہیں سکتی اس کلمۃ الحق کی نشر و اشاعت سے جس کا سب سے پہلا مخاطب میں خود ہوں مجھے کوئی منع نہیں کر سکتا اور زبانی جمع خرچ کرنے والوں اور گندم نما جو فروشوں کے پاس اس قسم کے اعتراضات کا کوئی جواب موجود نہیں۔

دوسروں کے متعلق سوائے اس کے کہ ان کی خدمت میں چند گذارشات نہایت ادب اور احترام سے پیش کر دی جائیں اور ان کے ذمہ جو فرائض عائد ہوتے ہیں اور کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ کے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اُن کی ذمہ داری انہیں یاد دلائی جائے اور چارہ کار ہی کیا ہے؟

یہ فقیر کوئی محاسب نہیں کہ ان کے اعمال کا جائزہ لیتا پھرے میرے پاس کوئی ظاہری حکومت نہیں کہ ان کا احتساب کرنے لگوں۔ کوئی طاقت نہیں کہ اُن پر جبر کیا جا سکے وَمَا اَنْتَ عَلَیْہِمْ بِجَبَّارٍ وہ اپنے اعمال افعال کے خود جواب دہ ہیں وہ اپنے بوجھ کو خود اُٹھانے والے ہیں وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور ان کا معاملہ براہ راست احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہونے والا ہے ثُمَّ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ط

نسبت بلند یہ اس فقیر کی نیک طالعی اور خوش قسمتی ہے کہ ایک ایسی ذات مجمع الصفات سے اس کا توسل اور خاندانی تعلق سے بڑھکر رُوحانی تعلق قائم ہو چکا ہے اور باوجودیکہ وہ خود بے بضاعت ہیچ میرز اور ہر قسم کی فضیلت سے عاری ہے لیکن اُسے جو نسبت حاصل ہے وہ بہت ہی قابل قدر ہے ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ ذرّہ آفتاب تا بانیم

یہ فقیر کو سجادہ نشین تو بالواسطہ ہے یعنی اپنے والد محترم حضرت خواجہ سید محمد مظفر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اُسے خرقہ خلافت ملا ہے مگر رُوحانی فیض کا اکتساب براہِ راست حضرت خواجہ غریب نواز جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کر چکا ہے اور اُسے شرف بیعت اُس وقت نصیب ہوا جبکہ وہ ابھی بالکل خُرد سال تھا ؎

سبقتکم الی الاسلام طرّاً غلاماً ما بلغت اوان حُلم

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی اس فقیر پر شروع سے خاص نظر عنایت تھی اور نہ صرف یہ کہ میری رُوحانی تعلیم کے اُستاد حضور والا شان خلد آشیان ہیں بلکہ وقتاً فوقتاً ظاہری تعلیم بھی جناب ممدوح الصدر ہی سے حاصل کی گئی۔ جب کبھی میرے اُستاد رخصت پر تشریف لیجاتے تو حضرت غریب نواز علیہ الرحمۃ بنفس نفیس میری تعلیم کے کفیل بنتے۔ اس فقیر کی تعلیم مسجد کے حجرہ تک محدود ہے اور منبع علم مروجہ نظامیہ نصاب تک محصور۔ تعلیم کا تعلق جہاں تک محنت سے ہے وہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکتی لیکن معلم حقیقی کے الطاف و اکرام کا یہ ایک بدیہی ثبوت ہے کہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک کم محنت اور آرام طلب دماغ کو ذہانت اور ذکاوت کی نعمت سے مالا مال کر دیا۔ طبیعت آغاز سے اُردو لٹریچر کی طرف بھی مائل تھی اور یہ چند حروف جو میری علمی کم مائگی و استعداد کا عملی مظہر ہیں اکتسابی اور وہبی ہیں اور تعلیم و تعلم سے بالکل غیر متعلق

"علم در سینہ بود و درسی نبود"

لیکن اگر میری علمی قابلیت کسی حد تک میری حوصلہ افزائی کرنیوالے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرلے یا میری طرز تحریر و طریق بیان کسی اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ حسن ظن رکھنے والے کو پسند آجائے تو حاشا و کلا کہ اس میں میرے کسی ذاتی کمال کو دخل ہے بلکہ یہ سب کچھ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ادنیٰ

عرضِ حال

فیضی احسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی را

ناظرین کرام میں سے اکثر اس فقیر کے خاندانی حالات سے واقف ہوں گے اور انہیں معلوم ہوگا کہ یہ فقیر پنجاب کی ایک مشہور و معروف درگاہ کا سجادہ نشین ہے اور گو اسے اپنی ذاتی قابلیت و علمیت پر کوئی فخر اور کوئی غرور نہیں ہے اور اپنے وجود میں وہ کوئی خصوصیت امتیازی نہیں پاتا مگر اسے ایک ناز، ایک فخر اور ایک سعادتِ ابدی ضرور حاصل ہے کہ اس کا تعلق اور اس کی روحانی و خاندانی نسبت ایک ایسی برگزیدہ اور مقدس ہستی سے ہے ایک ایسے مرد کامل و رہبر اکمل کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ آچکا ہے اور ایک ایسے شہباز اوج عرفان و یکہ تاز کشور تصوف کی غلامی اور حلقہ بگوشی کی نعمتِ عظمیٰ اس کے حصہ میں آچکی ہے جس سے بڑھکر متشرع، متورع، صاحب طریقت و حقیقت، ماہر اسرار معرفت، موسس اساس توحید و قامع بنیان شرک و الحاد، اتباع سنت میں وَلَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ کا صحیح نمونہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی حقیقی یادگار، توکل و قناعت، عبادت و ریاضت، رضا بالقضا، صبر و شکر، روحانیت و تقرب الی اللہ غرض ہزاروں، لاکھوں محامد و محاسن، فضائل و کمالات کا مجموعہ کم از کم موجودہ دور قحط الرجال میں ملنا بہت مشکل ہے اس فقیر کے جدِ امجد حضرت سلطان العارفین الکاملین و قدوۃ العاملین المتوکلین عارف باللہ شیخ المشائخ حضرت سیدنا و مولانا خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میری نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

کی جس خوش نصیب نے زیارت کی ہے اور حضور ممدوح کے فیضان عام سے کچھ حصہ لیا ہے وہی صحیح طور پر آپ کے محیر العقول طریق عمل اور حیرت انگیز بلند ترین سیرت سے واقف حال ہے ؎

نہ من بر آں گل عارض غزل سرائیم بس کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

اور لطف یہ کہ وہ بار امانت جس کے تحمل اور برداشت سے زمین آسمان اور پہاڑ بھی اپنی کم ہمتی اور ضعف قوت کی بنا پر عاجزانہ انکار کر چکے تھے اور جسے حضرت انسان نے اپنی جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے اٹھا لیا تھا اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا آج اس کا متحمل بے فقیر ہو رہا ہے، اس بار گراں کے اٹھانے کے لئے اس نے اپنے کمزور کندھے آگے کر دیئے ہیں اور خلافت کبریٰ کا وہ منصب جلیل جو بڑے بڑے اولوالعزم انبیاء و رسل (علیہم السلام) شاہنشاہ عالم و اولیائے امت (رضی اللہ عنہم) کو نصیب ہو چکا تھا آج قحط الرجال کی وجہ سے اس فقیر جیسے بے برگ و نوا کے حصہ میں آ چکا ہے ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

رب العالمین کی عاجز نوازی

یہی احکم الحاکمین حکیم علی الاطلاق کے تصرف کاملہ کا بدیہی ثبوت ہے یہی رب العالمین قادر مطلق کی ذرہ نوازی و مسکین پروری کا عملی نمونہ ہے اور یہی وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ کی شان امتیازی رکھنے والے سربلندوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو سربلند کرنے والے شہنشاہ اعظم کی کارفرمائی کا مظہر اتم ہے کہ اس نے اپنے دین برحق کی خدمت کے لئے اپنے بندوں میں سے ایک ایسے شخص کو منتخب کر لیا جو عاجز و ناتوان تھا، آرام پسند اور کم ہمت تھا اور جو جاہل مطلق نہ سہی مگر کم لیاقت اور معمولی قابلیت کا تھا مگر اب وہ ایک زبردست قوت ارادی اور ایک مضبوط دل گردہ رکھنے والا ہے محنت پسند اور عالی ہمت ہے اور اَيَّدَنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کا افسون جو ایک بڑے فسوں گر نے اس پر پھونک دیا ہے اس کی حیرت انگیز تاثیر سے اسے انشراح صدر حاصل ہو چکا ہے اس کا دماغ حقیقت فہم اور اس کا دل حقیقت شناس ہو چکا ہے اور قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کے جواب میں وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کا وہ مژدہ جانفزا جو آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک اُمّی (فداہ ابی و امی) کے گوش حقیقت نیوش میں پہنچایا گیا تھا آج پھر کسی کے کانوں میں اس کی صدائے بازگشت آ رہی ہے فَبِاَلْيَتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ

توجہ اور معمولی التفات کے طفیل ہے ورنہ "من آنم کہ من دانم"

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْہُمْ لَعَلَّ اللّٰہُ یَرْزُقُنَا فَلَاحًا

دردِ اسلام و مسلمین | باینہمہ اعتراف نا اہلیت و عدم صلاحیت میرے وجود میں ایک ایسی شے ضرور موجود ہے۔ میرے جسم میں ایک ایسا جوہر ضرور محفوظ ہے اور میری ہستی کا دامن ایک ایسی خوبی سے ضرور کسب رونق کر رہا ہے جس پر مجھے غرور و تبختر تو نہیں عجب و خود آرائی تو نہیں مگر اس جنس گرانمایہ کے مل جانے سے ایک طرح کا اطمینان و انشراح اور تشفی و تجمل ضرور ہے وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا — غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

اور وہ متاعِ گراں بہا، و گنجِ شائگاں اور وہ خزانہ معمور کیا ہے؟ اسلام کی محبت، خدا اور اس کے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، مسلمان بھائیوں کی محبت، کلمۃ الحق کو سربلند دیکھنے کی خواہش، خدا اور اس کے حبیب (روحی فداہ) کی عزت و حرمت برقرار رہنے کی خواہش اور مسلمانانِ عالم کے دینی فوز، دنیوی فلاح اور اخروی نجات کی آرزو۔ میرے یہ خیالات جو بچپن سے میرے دل و دماغ پر مستولی رہے ہیں۔ میرے یہ جذبات جو قدرت نے خلقت کے وقت سے ہی میری ذات کیساتھ ودیعت کر دیئے ہیں اور میرے یہ حسیات و تاثرات جن کا قائم رہنا میرے نقطہ نظر سے ہزار نماز اور لاکھ روزہ کی عبادت سے افضل ہے دیر تک میرے سینہ کے میدان میں تگ و دو کرتے رہے۔ میرے عمق قلب میں مرکوز و مضمر رہے اور میرے خانہ دماغ کو انہوں نے اپنا نشیمن بنائے رکھا بالآخر وہ وقت آپہنچا جس کا آنا ناگزیر تھا۔ وہ زمانہ آگیا جس کے انتظار میں سالہا سال شب بیداری و اختر شماری کی گئی، لیلائے مقصود کی ایک جھلک جو محمل کے پردوں میں روپوش تھی مجنونِ جمال و مفتونِ ادا نے دیکھ ہی لی اور حسن یوسفی نے زلیخائے مصر کو گھر کی چار دیواری سے بیتابانہ باہر نکل آنے پر مجبور کر ہی دیا ؎

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برُوں آرد زلیخا را

خیال میں میرا یہ طریق عمل کہ ایک تحریک کے پیچھے پڑ کر اپنا عاندانی مابہ الامتیاز یعنی استقامت ترک کر دوں اور بجائے خلوت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنیکے واعظین اور مقررین کی طرح منبر اور سٹیج پر اظہار خیالات کرتا پھروں یہ مستحسن اور مرغوب و مذموم ہے لیکن میرا جواب یہ ہے کہ اپنی ذہنیت تبدیل کرنے سے عوام الناس کی ذہنیت بھی تبدیل ہو جائے گی اور اب تک اگر عوام پر علما کی تقریروں اور واعظین کے مواعظ کا اثر نہیں پڑا تو اس میں قصور تلقین کا ہے نہ کہ سامعین کا ایک شخص اگر پہلے اپنے نفس کو قابو کر لے اور نفسانی خواہشات و شیطانی جذبات کو مغلوب بنا لے تو پھر دوسروں کو بھی ان وساوس و وسائس سے محفوظ رہنے کی تلقین کرنے کا مجاز ہے لیکن دوسری صورت میں اس میں اور ان علمائے یہود میں کچھ فرق نہ ہوگا جن کے حق میں قرآن ناطق ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط "خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت" دوسرے کی شمع تمہاری شمع سے تب ہی روشن ہو سکے گی جب کہ تمہاری شمع پہلے جل رہی ہو ورنہ جب اپنا چولھا ہی آگ سے خالی ہو تو دوسرے کے چولھے کو تم کیسے جلا سکتے ہو اگر میرے دل میں حقیقی تڑپ اور سوز و گداز پیدا ہو گئے تو وہ دوسروں کو بھی تڑپا دیں گے ایک تیز و تند آندھی کا طوفان سالہا سال کے کوہ وقار اور مضبوط تنے رکھنے والے درختوں کو آن واحد میں بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر پرے پھینک سکتا ہے اور ایک چڑھنے والی ندی ہر اس شئے کو بہا لے جاتی ہے جو اس کی زد میں آجائے ایک افسردہ دل اگر اپنی افسردگی کا اثر دوسرے دلوں پر ڈال سکتا ہے ؎

"افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"

تو کیا وجہ ہے کہ ایک بیقرار اور تڑپنے والا دل دوسروں کو بیقرار نہ کر سکے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ناصح مشفق پہلے اپنے آپ کو نصیحت کر لیا کریں اور پھر دوسروں کی طرف متوجہ ہوں ؎

ہر کسے ناصح برائے دیگراں　　ناصح خود یافتم کم در جہاں

جسمانی آرام اور روحانی اطمینان

آرام پسندی کی ایک ہی کہی جو لوگ لذت و غم اور اطمینان و بے آرامی کے فلسفہ سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ان چیزوں کا تعلق

وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ط

عزم کار | میں نے اصلاح قوم کے لئے کمرِ ہمت چست باندھ لی ہے میں نے اتحاد بین المسلمین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہے اور میں نے اسلام کے تحفظ و بقا کی خاطر اپنی جان قربان کر دینے کا خدائے قدوس و قیوم سے پختہ عہد کر لیا ہے مجھے اس امر کا علم ہے کہ دنیا کے لوگ ہر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے کے عادی ہیں انسانی طبائع بالعموم ہر ایسی تحریک کی مخالف ہوا کرتی ہیں جو آن کے مبلغ علم سے باہر ہو وَالنَّاسُ اَعْدَاءٌ لِّمَا جَاهِلُوْنَ اور یار لوگوں کی پھبتیوں، چہ میگوئیوں اور تمسخر و استہزا سے کون بچ سکتا ہے ؎

قِیْلَ اِنَّ الْاَلَدَّ ذُوْ وَلَهٍ　　قُلْ اِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ کُفِیَا
مَا نَجَی اللّٰهُ وَالرَّسُوْلُ مَعًا　　مِنْ لِّسَانِ الْوَرٰی فَکَیْفَ اَنَا

جو طریق عمل پیش ہو رہا ہے۔ جو نصب العین سامنے لایا جا رہا ہے اور جس صراط مستقیم کی راہنمائی ہونے لگی ہے اس میں بیسیوں قسم کی رکاوٹیں پیدا ہونگی طرح طرح کی مشکلات سامنے آئیں گی اور کئی ایک یگانے اور بیگانے مخالفت میں اپنی تمام قوتیں صرف کر ڈالیں گے مگر ؎

در رہِ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجاں　　شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

میں نے اپنی قوتِ فیصلہ سے فیصلہ کرنے کے بعد یہ عملی اقدام کیا ہے بڑی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد اس پُر خوف و خطر میدان میں قدم رکھا ہے اور ہر قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو مردانہ وار برداشت کرنے کے لئے ہمہ تن مستعد ہو کر یہ کام شروع کیا ہے وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُسْتَعَانُ۔

غولان راہ | لوگ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تحریکات عوام الناس کی تبدیل شدہ ذہنیت، حد درجہ کی بے پروائی اور سکون و جمود کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتیں اور بہ لحاظ نتائج "کوہ کندن و کاہ برآوردن" والا معاملہ ہوتا ہے۔ بعض بیوقوف دوست اپنی طرف سے خیر خواہی کی بنا پر مگر حقیقتاً اصلیت حال سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے یہ مشورہ پیش کرتے ہیں کہ آپ آرام کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں، رزاق مطلق گھر بیٹھے روزی پہنچا دیتا ہے پھر یہ سردردی اور کوچہ گردی یعنی چہ؟ بعض معترضین کے

معنی استقامت | حالانکہ وہ استقامت جو میرے جدامجد حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وصف امتیازی تھی اور فی الحقیقت جس کی کوئی مثال موجودہ دور قحط الرجال میں نظر نہیں آتی ؎

استقامت چناں گرفت از پیر　　کہ نباشد ورا مثال و نظیر
در ہمہ عمر خود نہاد او کم　　جز بسوئے سیال پاک قدم

اس غرض سے نہ تھی کہ انسان تبلیغ جیسے اہم ترین فرض سے غافل ہو کر اور پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے بلکہ اس کا مقصد غیر اللہ کے دروازہ پر جا کر اپنے تنور شکم کے لئے ایندھن اکٹھا کرنے اور دوسرے گداگر پیروں کی طرح ایک خدا کا دروازہ چھوڑ کر مریدوں کے دروازوں پر مارے مارے پھرنے کے خلاف ایک عملی احتجاج تھا اور ایک ایسا بہترین نمونہ پیش کیا گیا تھا جس پر چل کر ایک شخص صحیح معنوں میں متوکل علی اللہ اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ کے درجوں پر پہنچ سکتا ہے۔

اسی طرح اگر اس فقیر کی نقل و حرکت اور دورہ کا مقصد بھی تن پروری اور جلب منفعت ہو تو پھر معترضین کا کہنا سر آنکھوں پر لیکن یہاں تو معاملہ ہی دگرگوں ہے۔ میں اگر ہندوستان کے ایک ایک گاؤں میں چلا جاؤں ہر محو خواب غفلت کے گھر جا کر اسے خواب گراں سے بیدار کرنے کے لئے شور و فغاں کروں اور اپنی بے راہ رو اور خود فراموش قوم کے سامنے اپنے درد دل کا اظہار کرتا پھروں اور ساتھ ہی کوئی ذاتی لالچ یا طمع پیش نظر نہ ہو، کسی مزدوری یا اجرت کا خیال نہ ہو بلکہ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ کے مطابق اپنی اس ساری محنت و کد و کاوش کا اجر منعم حقیقی سے لینا چاہوں تو پھر استقامت سے منافات کیسی، توکل سے اعراض کیسا اور خلوت گزینی کا ترک کہاں؟ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اصلی استقامت یہی ہے کہ انسان دین مبین پر مستقیم رہے اصلی توکل یہی ہے کہ ایک خدا کا ہو کر باقی سب اَنْدَادًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مستغنی ہو جائے اور حقیقی خلوت گزینی تو یہی ہے کہ اس کے نہاں خانۂ دل میں ایک اور صرف ایک کی گنجائش ہو مگر یہ باتیں کہنے کو تو آسان ہیں ان پر عمل کارے دارد ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق　　ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

ظاہری اسباب سے نہیں بلکہ قلبی تاثرات سے ہوا کرتا ہے ایک وہ شخص جسے دنیا بھر کی نعمتیں اور سارے جہان کی آسودگیاں حاصل ہوں کسی دلخراش ذہنی اذیت یا کسی لاعلاج اور مہلک مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مورد آلام و ہموم رہتا ہے مگر ایک گدائے بے نوا اپنی حالت میں ایسا مطمئن نظر آئیگا گویا اُسے بادشاہت نصیب ہے ؎

گدا را چو حاصل شود نان شام　　چناں خوش بخسپد کہ سلطان شام

ایک فرض شناس کے لئے ادائے فرض میں وہ حقیقی راحت پوشیدہ ہے جو ایک بیکار محض کو بالکل بے دست و پا پڑے رہنے سے قطعاً نہیں ملسکتی میرے لئے اب عیش و آرام تب ہی ہے جب میں لیلائے مقصود سے ہمکنار ہو جاؤں اور جو مقصد وحید میرے پیش نظر ہے اُس کی تکمیل میرے ہاتھوں ہو جائے اور اُس کے حصول کی خاطر مجھے جس قدر بھی ظاہری تکالیف و مصائب برداشت کرنے پڑیں گے میرے لئے سعادتِ ابدی کا ذریعہ ہونگے ؎

سینہ مالامال درد است و بجوئد ہر دمے
درد بر دردِ دگر زخمے بجائے مرہمے

باقی رہا اعتراض کرنے والے بھائیوں کا نرالا استدلال سو جبتک ہمارا فرقہ خاموش و پنبہ در گوش رہا تب تک تو یہ رونا رویا کئے کہ یہ لوگ بالکل نکمے اور ناکارہ ہیں تبلیغ جیسے اہم ترین فرض سے مجرمانہ غفلت اختیار کئے بیٹھے ہیں انہیں اپنا رویہ تبدیل کرنا چاہئے اور ع

"وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بے کار"

کے مطابق حالات کی نزاکت کو مدِ نظر رکھکر گھر سے نکلنا اور خلوت سے جلوت میں آنا چاہئے مگر جب اللہ تعالیٰ کی توفیق ایک ناچیز فرد ملت کے شامل حال ہوئی اور اُس نے ایک عملی کام شروع کر دیا تو ع

"گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش"

کے آوازے کسے جا رہے ہیں اور اس کے اس طریق عمل کو اس کی خاندانی روایات اور پشتینی وضعداری کے خلاف ظاہر کیا جا رہا ہے ؎

غرض دو گونہ عذابست جان مجنوں را　　بلائے صحبتِ لیلےٰ و فرقت لیلےٰ

لائحہ عمل پر ضرور خورد گیری کریں گے اور معلوم نہیں اُن کے اعتراضات کس شکل اور نوعیت کے ہوں مگر میں اُن کی خدمت میں یہ التماس ضرور کروں گا کہ اگر آپ ایک مسلمان ہیں اور دوسرا سارا جہان کافر تو آپ کو اپنا اسلام مبارک ہو اور اگر معاملہ برعکس ہے تو آپ کے مکفرین کو خدا ہدایت دے میں تو نہ مفتی ہوں نہ قاضی نہ ان مباحث میں پڑنا چاہتا ہوں اور نہ کسی کو کافر کہکر خود مسلمان بننے کا نظریہ مجھے مرغوب ہے میں تو اپنے دردِ دل کا اظہار کرنا چاہتا ہوں اور اپنے آپ کو ان اختلافی مسائل سے بالکل الگ تھلگ رکھکر وَنِعْمَ مَا قِیْلَ

کفر کافر را و دیں دیندار را ذرّہ دردے دلِ عطار را

اگر آپ کے دل میں بھی اسلام کا سچا درد موجود ہے تو میری مدد کیجئے ورنہ خدارا مجھے اپنا کام کرنے دیجئے لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔

بہر کیف کام کا آغاز ہو چکا ہے ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفانِ موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

منازل ہفتخواں کی پہلی منزل شروع ہو چکی ہے اور لیلائے مقصود کی بازدید کے لئے مجنونِ جستجو نے اپنی کمرِ ہمت چست باندھکر سفر شروع کر دیا ہے غیب سے آنیوالی صدا کہ ع

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

نے میرا حوصلہ بلند کر دیا ہے اور اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِرَجُلٍ فَاجِرٍ کا فرمان رسالت کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایک گناہگار شخص کے ہاتھوں کرے گا میری جرأت افزائی کا باعث ہو چکا ہے لوگ کام کرنے کے لئے مستعد پہلے ہی سے تھے اب ان سے کام لینے کا وقت آپہنچا ہے دنیائے اسلام میں انقلاب آنیوالا ہے اور وہ انقلاب سیاسی نہیں ہوگا ملکی نہیں ہوگا بلکہ ذہنی انقلاب، معاشرتی انقلاب، تمدنی انقلاب، اقتصادی انقلاب اور عملی و اجتماعی انقلاب ہوگا۔

خوشگوار مستقبل مستقبل نہایت خوشگوار نظر آرہا ہے فضائے اسلام پر فکر و غم اور یاس و قنوط کی جو کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں وہ آہستہ آہستہ چھٹ رہی ہیں اور کامرانی

میرے سامنے جو کام ہے، میں نے جو طریق عمل اور نصب العین قائم کر لیا ہے وہ اتنا عظیم الشان اور وسیع ہے کہ اگر معترضین کے اعتراضات کا جواب دینے میں ہی اپنے اوقات کا کثیر حصہ صرف کیا گیا تو کام میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے جاں بلب مریض کے لئے جب ایک حکیم ایک نسخہ تجویز کر دیتا ہے تو اس کے تیمارداروں کا یہ فرض ہے کہ اس کی فوری آزمائش کریں ورنہ اگر وہ نکتہ چینوں کی باتوں پر توجہ کریں گے اور نسخہ کے اجزا ان کی حرف گیری کے جواب میں بحث و تمحیص شروع ہو جائے گی تو مریض کا خدا حافظ ہے، اس لئے سوائے اس کے کہ اپنے معترضین کی خدمت میں حافظ کا ایک شعر جس میں ایک مسکت جواب دیا گیا ہے پیش کر دوں کہ ؎

واعظ بہ طنز گفت برو ترک عشق گیر　　من گوش التفات بہر خر نمے کنم

یا الزامی جواب کی صورت میں یہ کہہ دوں کہ اگر میرا طریق کار آپ کو ناپسند ہے تو اس سے بہتر کوئی اور طریق عمل نکال لیجئے میں آپ کی تقلید و پیروی کرنے کو تیار ہوں اور عمل کا رہی کیا ہے؟

فتنۂ تکفیر و تفسیق ایک اور مصیبت کا سامنا یہ آ پڑا ہے کہ چونکہ میرے پیش نظر اتحاد بین المسلمین اور مسلمانوں کی اجتماعی حیات کا مسئلہ ہے اور ایسے معاملات میں ہمیشہ تعمیری پہلو مفید مطلب رہتا ہے۔ تخریبی صورت اختیار کرنے سے کامیابی تو رہی ایک طرف فساد و عناد بڑھ جانے اور باہم دگر دست و گریباں ہو جانے کا خدشہ ہوا کرتا ہے اس لئے ہمارے بعض وہ علمائے امت جو بقول حالی ؎

ستون چشم بدور ہیں آپ دیں کے　　نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

جن کا مبلغ علم صرف تکفیر و تفسیق، سب و شتم، نفاق انگیزی و افتراق خیزی تک محدود ہے اسی ہنگامہ آرائی اور گھر پھونک تماشا دیکھنے سے ان کی رونق محفل قائم ہے اور جن کے تمام لکچر اور "مواعظ" فرقہ بندیوں اور فرقہ آرائیوں کی جلتی آگ پر تیل کا حکم رکھتے ہیں جن کے نزدیک ایک طرف رفع الیدین، آمین بالجہر اور فاتحہ خلف امام کفریات میں شامل ہیں تو دوسری طرف کسی بزرگ کے مزار کی زیارت، اولیاء اللہ سے توسل اور خدا کے لوگوں کی ہمنشینی شرک میں داخل۔ ایک کے خیال میں نعوذ باللہ اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم کا ایمان بھی مشتبہ اور دوسرے کی رائے میں آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اکبر الکبائر۔ میرے اس پیش کردہ اصول سے ضرور چراغ پا ہونگے میرے اس قائم کردہ

تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ط کوئی غم اور فکر نہ کرو، کسی تشویش کو دل میں نہ آنے دو، کوئی گھبراہٹ اور سراسیمگی تمہارے پاس پھٹکنے نہ پائے کیونکہ تم غالب ہو دوسرے مغلوب، تم فاتح ہو دوسرے مفتوح اور تم آقا ہو اور دوسرے غلام بشرطیکہ تمہارے دلوں میں ایمان کی نعمت موجود ہو، ایمان کی لذت موجود ہو اور ایمان کی حلاوت موجود ہو۔

حزب اللہ سے مراد کیا ہے حزب اللہ کے مقاصد کیا ہیں اور حزب اللہ کے فرائض کیا ہیں اس کا ذکر آگے آئیگا لیکن اس سے پیشتر کہ میں پیش کردہ تحریک کے مالہٗ وماعلیہ پر روشنی ڈالوں ایک اور صرف ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ط مسلمانو! میری پیروی کرو، میرا اتباع کرو اور میرے ان احکام کی تعمیل کرو جو خدا اور اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام سے ماخوذ ہیں میں تمہیں اصلی راہ راست پر لے جاؤں گا میں تمہیں صراط مستقیم کا پتہ بتلادوں گا اور وہ رستہ دکھادوں گا جو تمہیں سیدھا جنت میں لیجائیگا

وَهٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ

وشادمانی، مسرت واطمینان کا شمس منیر عنقریب جلوہ نما ہونے والا ہے۔

میری آنکھوں نے ایک ایسا دلخوش کن نظارہ دیکھ لیا ہے جو آپ کے تخیل میں بھی نہیں آسکتا۔ میرے کانوں نے ایسے نغمہ ہائے دلکش سن لئے ہیں جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے اور میرا دل اُن بہجت انگیز و نشاط خیز کیفیات و تاثرات سے ہمکنار ہو چکا ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

دستِ قدرت نے پردۂ غیب سے نکل کر اشارہ کر دیا ہے منزلِ مقصود کا راستہ بتا دیا ہے اور محملِ لیلیٰ کی راہنمائی کر دی ہے۔ پھر آؤ ہم سب مل کر اپنی گم شدہ تہذیب اپنے گم شدہ تمدن اور اپنی گم شدہ معاشرت کا سراغ نکال لیں دنیا جو ہماری بے اعتدالیوں اور بداعمالیوں سے ہمارے لئے دوزخ بن رہی ہے اُسے اپنے طریق عمل کی تبدیلی سے بہشت بنا دیں اور دوسری اقوام جو ہماری نااتفاقی، فرقہ بندی، بدعملی اور بدنظمی سے فائدہ اُٹھا کر ہمیں کچل دینا یا اپنے آپ میں جذب کر لینا چاہتی ہیں اُن کی مہربان گردشِ آسمان کو ببانگ دہل سنا دیں کہ ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

حزب اللہ اب میں آپ کے سامنے وہ طریق عمل پیش کرتا ہوں، وہ نصب العین سامنے لاتا ہوں اور وہ نسخہ ہدایت تجویز کرنے لگا ہوں جس پر چل کر جس کو سامنے رکھ کر اور جسے استعمال میں لا کر دین اور دنیا دونوں سدھر جائیں گے، دنیا میں کامرانی نصیب ہوگی، آخرت میں سرخروئی حاصل ہوگی اور اس کے علاوہ وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی آپ کو طبعاً اور فطرۃً خواہش ہے وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

میں نے ایک جماعت قائم کی ہے۔ میں نے ایک لشکر مرتب کیا ہے اور میں نے ایک فوج بنائی ہے جس کا نام ہے "حزب اللہ" اس میں شامل ہو کر آپ تمام مخالف قوتوں اور طاقتوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ تمام طاغوتی لشکر اور اہرمنی عساکر الٰہی جیوش اور خدائی قوت کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیں گے۔ اس کشمکش اور تصادم و تقابل کا آخری نتیجہ وہی نکلے گا جو ہمیشہ نکلا کرتا ہے لَا تَهِنُوْا وَلَا

اپنے احکم الحاکمین کے احکام کی بجا آوری اور اپنے اوپر عائد شدہ فرائض کی تکمیل میں انہماک و اشتغال اور زیادہ کشش و انجذاب کا باعث بن جاتا ہے جبکہ شیطانی جماعتیں اور شیطانی عساکر ملک کے امن و امان کو خاک میں ملا کر فساد و فتنہ انگیزی اور شرارت و خباثت پھیلانے میں پیش پیش دکھائی دیتے ہوں۔

یہی حالت کفر و اسلام، توحید و شرک، حق و باطل، راستی و ناراستی، صدق و کذب، دیانت و بددیانتی، فقر و غنا، صحت و مرض اور افلاس و تمول کی ہے کہ ایک کے محاسن و مناقب اور محامد و فضائل اس وجہ سے زیادہ وقیع اور قابل قدر ہو جاتے ہیں کہ دوسری طرف وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ اس کی ضد اور مدمقابل کی برائیاں اور قبائح و رذائل گھناؤنی شکل میں موجود ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی مبارک تعلیم کا اثر نیک طبائع پر اور زیادہ پڑنے لگا جبکہ ان کے بالمقابل ایسے مدعیان نبوت بھی نکل آئے جن کے پاس نہ روحانیت تھی نہ پیغام خدا تھا اور نہ وہ خصوصیات جو ایک نبی اور رسول کے لئے وجہ امتیاز ہوا کرتی ہیں۔ اسلام کی صداقت اور حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی جب کفر و الحاد کے بے بنیاد اور لاطائل براہین و دلائل ایک منٹ کیلئے اسلامی دعوت مقابلہ (چیلنج) کے سامنے نہ ٹھیر سکے۔

قرآن کی تصریحات اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن حکیم کی سورہ مجادلہ میں جو دو گروہ خداوند عالم نے مقرر فرمائے ہیں حزب اللہ اور حزب الشیطان یعنی خدا کا لشکر، خدا کی جماعت اور خدا کا گروہ۔ اور شیطان کا لشکر، شیطان کی جماعت اور شیطان کا گروہ ان کا کہیں قرآن میں اور جگہ بھی ذکر ہے یا نہیں۔ اگر بہ نظر غائر خدائی ارشادات کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آئیگا کہ قسام ازل نے دنیا کے لوگوں کی تقسیم متعدد اقسام پر نہیں فرمائی بلکہ صرف دو گروہ مقرر کئے ہیں جن کو مختلف ناموں سے ملقب کیا گیا ہے اور جن کے عقائد و خیالات میں بُعد المشرقین ہے کسی جگہ تو انہیں اصحاب الجنۃ و اصحاب النار سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کہیں انہیں اصحاب الیمین و اصحاب الشمال کا خطاب دیا گیا ہے۔ کسی جگہ ان کا ذکر اصحاب المیمنہ و اصحاب المشئمہ کے نام سے ہوا ہے اور آئت زیب عنوان میں انہیں حزب اللہ و حزب الشیطان کا

حزب اللہ و حزب الشیطان

خلاقِ عالم نے ابتدائے آفرینش سے چند ایسی اشیاء پیدا کر دی ہیں جو ایک دوسرے کے بالکل متغائر و متناقض اور متضاد و متخالف واقع ہوئی ہیں ان میں سے ایک تو قابل تحسین و ستائش اور لائق عمل و کارفرمائی ہوا کرتی ہے اور دوسری مستحق مذمت و تنفر اور مستوجب ترک و ہجر لیکن نیکی کے ساتھ بدی کی خلقت، آرام کے ساتھ تکلیف کی موجودگی، روشنی کے ہوتے ہوئے تاریکی کا وجود، ملائکہ اور شیاطین دونوں کا بیک وقت سطح ارضی پر مصروف عمل ہونا اور خدائی طاقتوں اور شیطانی و ابلیسی گروہوں کا ایک ہی زمانہ میں نفوذ و اقتدار بظاہر حالات کچھ تعجب خیز و حیرت انگیز نظر آتا ہے لیکن اس میں حکمت اور راز یہ ہے کہ اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِالْاَضْدَادِ کے مسلمہ نظریہ کے مطابق نیکی اور بھلائی کی قدر کب ہو جب تک کہ بالمقابل بدی اور برائی موجود نہ ہو قدر عافیت کیسے معلوم ہو سکے جب تک کہ تکالیف اور مصائب کا کھٹکا باقی نہ رہے۔

سورج کی آنکھیں چندھیا دینے والی لامعہ افروزی، چاند کی بارد اور نورانی ضیا ریزی، ستاروں کی جگمگاہٹ، بجلی کے قمقموں اور گیس کے ہنڈوں کی ضو افشانی، بلبوں اور بتیوں کی روشنی ہمیں کیوں مرغوب اور عزیز ہے اس لئے کہ دوسری طرف اندھیری رات کی سیاہی، شب دیجور کی تاریکی اور لیلۃ المظلم کی اسودیت ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ موجود ہے۔

اگر ایک طرف ملائکہ مقربین مصروف تسبیح و تہلیل و تحمید و تقدیس نظر آتے ہیں تو اُن کی یہ ادائے دلکش ہمیں زیادہ بھلی لگتی ہے جبکہ دوسری طرف ابلیس لعین اپنی ذریت کو ہمراہ لے کر نوع انسان کو گمراہ کرنے، صراط مستقیم سے ہٹانے اور اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ جہنم میں ہمراہ لیجانے کی غرض سے رفیق سفر بنانے کے پیچھے پڑا ہوا ہے، خدا کی جماعت اور خدا کے لشکر کا

شیطانی لشکر سورۂ مجادلہ کی جو آیات آغاز مضمون میں درج ہیں اُن کے مطالعہ سے معلوم ہوجائیگا کہ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی جو تقسیم کیگئی ہے وہ بہ لحاظ دونوں گروہوں کے اعمال وافعال، عقائد وخیالات کے ہے قرآنی اصطلاح میں حزب الشیطان، شیطان کی جماعت اور شیطانی لشکر ہے جو شیطان کے اغوا ابلیسی ترغیبات اور خناس کی وسواس انگیزی سے اس حد تک گمراہ ہوجائے کہ اپنے خالق، اپنے مالک، اپنے رازق، اپنے منعم حقیقی اور مہربان خدا کی یاد سے غافل اور ذکر الٰہی سے قاصر ہونے لگے شیطانی خیالات، نفسانی جذبات اور بہیمی خواہشات اس حد تک اس کے دل ودماغ پر مسلط ہوجائیں اور اپنا دخل وعمل کرنے لگیں کہ اس کے دل سے خدائے قدوس وقیوم کی یاد فراموش کرادیں اور وہ عجائبات عالم کی بھول بھلیاں میں پڑکر صانع حقیقی اور احسن الخالقین کو بھول جائے بادی النظر میں اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ کہ شیطان نے اُن پر اس قدر غلبہ و تصرف حاصل کرلیا کہ اُن سے خدا کی یاد فراموش کرادی کے الفاظ بالکل مختصر سے ہیں جن سے صرف یہ نتیجہ نکالا جاسکتا کہ ایسے لوگ جو شیطانی وساوس ودسائس میں آکر اپنا دل خدا کی طرف سے ہٹا لیتے ہیں اور اُسے بھول جاتے ہیں وہ حزب الشیطان اور شیطان کے لشکری ہیں لیکن اگر نظر فائر وبنگاہ امعان دیکھا جائے تو دُنیا میں جتنی خونریزیاں ہوتی ہیں، جتنے ظلم وستم ہوتے ہیں، جتنی حق تلفیاں ہوتی ہیں، جتنی بدامنی پھیلتی ہے، جو فتنے وفساد برپا ہوتے ہیں اُن کے اسباب ظاہر میں کچھ ہوں مگر حقیقۃً ان کی علت یہی ہوا کرتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا کی یاد باقی نہیں رہتی، نوع انسانی اپنے آقا، اپنے مولیٰ اور اپنے شہنشاہ کو بھولجاتی ہے اُس کی حکومت کی زبانی نہیں بلکہ عملی بغاوت کرکے اس کے مقررہ قوانین وآئین اور اس کے مجوزہ قواعد وضوابط کی پیروی اور پابندی نہ کرتی ہوئی خودسری اور تمرد کا نمونہ بن جاتی ہے اور من مانی کارروائیاں کرنے لگتی ہے اور یہی خدائے حکیم کے تجویز کردہ قانون کی پروا نہ کرنا اور خشیت الٰہی کو دل میں جگہ نہ دینا دراصل ارتداد اور خارج از اسلام ہونے کی زبردست دلیل ہے جس کا استشہاد ہم قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت سے کریں گے (اَلْقُرْاٰنَ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا) جس میں ایمانداروں کو متنبہ کیا گیا ہے

لقب ملا ہے جس طرح کہ ہم ایک نیکوکار کو متقی، پرہیزگار، نیک سیرت و نیک اعمال اور بدکار کو بدقماش، بدخصلت، بدسیرت، بداعمال وغیرہ القاب سے ملقب کیا کرتے ہیں کہ مقصود اظہار استحسان و تنفر ہے خواہ اس کے طریق ادا کے لئے الفاظ متعدد کیوں نہ ہوں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ حزب اللہ میں داخل ہو گئے، خدائی فوج میں بھرتی ہو گئے وہی اصحاب الیمین و اصحاب المیمنہ یعنی قیامت کے دن تخت رب العالمین کی دائیں طرف بیٹھنے والے ہونگے اور وہی اصحاب الجنۃ یعنی جنتی ہونگے اور جو لوگ حزب الشیطان یعنی شیطان کی فوج میں شامل ہو گئے وہی اصحاب الشمال و اصحاب المشئمہ یعنی قیامت کے دن تخت رب العالمین کی بائیں طرف بیٹھنے والے ہونگے اور وہی اصحاب النار یعنی دوزخی ہونگے۔ علیٰ ہذا القیاس خدا کا ایک لشکری اور خدا کی فوج کا ایک سپاہی مسلم بھی ہوگا، مومن بھی ہوگا، موحد بھی ہوگا، حق پرست بھی ہوگا راست شعار بھی ہوگا، دیانتدار بھی ہوگا، مستغنی عن الغیر بھی ہوگا، متمول بھی ہوگا، باعزت بھی ہوگا، بارعب بھی ہوگا اور دنیا میں اس کا اقتدار و رسوخ کسی سے کم نہ ہوگا۔ اور شیطان کی فوج کا ایک سپاہی اور لشکری کافر بھی ہوگا، مشرک بھی ہوگا باطل پرست بھی ہوگا، ناراستی پر بھی ہوگا، بددیانت بھی ہوگا، محتاج اور ذلیل بھی ہوگا ظاہری نہ سہی مگر دل کا مفلس و قلاش بھی ہوگا بے عزت، بے غیرت اور بے رعب بھی ہوگا اور دنیا اسے نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھ رہی ہوگی۔ اس تقسیم کے مطابق کوئی شخص بھی ان دو فرقوں سے نہ دنیا میں باہر جا سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ دنیا میں یا خدائے قدوس و قیوم کا غلام ہوگا یا شیطان کا مرید اور آخرت میں یا جنت میں جائیگا یا دوزخ میں فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ لیکن وہ کونسا مابہ الامتیاز و مابہ الافتراق ہے، وہ کونسا معیار اور کسوٹی ہے اور وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے کام لیکر ہم ایک شخص کے حزب اللہ یا حزب الشیطان میں ہونیکا فیصلہ کریں۔

اس کے متعلق بجائے اس کے کہ ہم اپنے خود ساختہ قیاسات سے کام لیں یا دور از کار تاویلات میں پڑکر اِعْجَابُ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ کے مصداق بنیں یہ مناسب ہوگا کہ قرآن حکیم نے ان دونوں فرقوں میں جو امتیازات قائم کئے ہیں انہیں ذرا تفصیل اور جامعیت کے ساتھ پیش کر دیں۔

اور اپنے مالک کو یاد کر لینا چاہیئے اور فواحش و منکرات بلکہ لغو اور فضول باتوں کو زیادہ نہیں تو نماز کے وقت تو بھول جانا چاہیئے اور اگر اتنا بھی نہیں ہو سکتا خدا کو سمیع جان کر بھی ہم بکواس اور مزخرفات ترک نہیں کر سکے اُس کو بصیر سمجھ کر بھی اُس کے سامنے اُس کے مقرر کردہ حدود توڑتے پھرتے ہیں علیم کا اعتقاد رکھ کر بھی ہماری نیتیں خالص نہیں ہوتیں تو پھر اسلام کا ادعا لو محض ایمان کا دعویٰ پرلے درجہ کی ڈھٹائی اور خدا کا بندہ کہلانا خدا کے ساتھ تمسخر کرنا ہے جبتک تمہارے دلوں میں ایک کی یاد سب یادوں سے بڑھ نہ جائیگی، ایک کی محبت سب محبتوں پر غالب نہ آجائیگی۔ ایک کا رشتہ سب رشتوں پر فوقیت نہ لیجائیگا۔ ایک کی حکومت سب حکومتوں پر غلبہ نہ حاصل کر لیگی۔ ایک کی غلامی کا جوا گلے میں ڈال کر سب کی غلامی سے آزاد نہ ہو جاؤ گے۔ ایک کی خواہش میں سب خواہشات کو قربان نہ کر دو گے اور ایک کی تمنا میں سب تمناؤں کو بھول نہ جاؤ گے تب تک نہ صرف یہ کہ تم خاطی اور گناہگار رہو گے بلکہ خداوند عالم کی طرف سے تم پر ارتداد کا حکم نافذ رہے گا، اُس کی بادشاہت سے تمہیں خارج سمجھا جائیگا اور اسی شرک اور شیطان سے ساز باز کرنے کی وجہ سے تمہاری شوکت اور اقتدار، تمہارا رعب اور وقار، تمہاری حکومت اور سلطنت، تمہارا جاہ اور حشمت تم سے چھین کر اغیار کو دیدی جائیگی۔ یاد رکھو شیطان تمہارا آج کا دشمن نہیں بلکہ تمہارے مورث اعلیٰ سیدنا آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کے وقت سے وہ تمہاری جنس سے برسر پرخاش ہے اور اس کی تمام ریشہ دوانیوں اور کارستانیوں کا مقصد وحید یہی ہے کہ وہ تمہارے سامنے دنیا کے رنگا رنگ مناظر لا کر تمہیں ہزاروں لغو بیوں اور دلچسپیوں میں پھنسا کر اور طرح طرح کے صدہا عجائبات دکھلا کر تمہیں خدا کی طرف سے ہٹا لے اور قیامت کے دن تمہیں بھی اسفل السافلین میں ہمراہ لیتا جائے۔

شیطان کے مختلف پھندے شیطان کا جال کوئی معمولی جال نہیں جو تم جھٹ پٹ اس کے پھندے سے نکل سکو اور تا وقتیکہ خداوند تعالیٰ کی توفیق تمہارے شامل حال نہ ہو شیطان کے پنجہ سے بچ نکلنا ایک امر محال ہے بالخصوص آجکل کے زمانہ میں تو وہ اور بھی کھل کھیلا ہے، کہیں وہ سائنس کی آڑ لے کر تمہارے سامنے آتا ہے اور جب تم

کہ اگر تم نے وہ باتیں چھوڑ دیں اور وہ خصوصیات ترک کر دیں جو حزب اللہ یا خدا کی جماعت سے مخصوص ہیں تو نہ صرف یہ کہ تم شیطان کی جماعت اور شیطانی گروہ میں شمار ہونے لگو گے بلکہ تم پر فتوے ارتداد بھی صادر ہو جائیگا اور جبتک کہ تم از سر نو اسلام کی تجدید نہ کروگے تمہیں اسلامی برادری سے خارج رہنا پڑیگا۔

سورۂ مائدہ کی آیت | سورۂ مائدہ میں ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ الآیۃ کہ ایمان والو اگر تم اپنے دین کو چھوڑ دوگے اور مرتد ہو جاؤگے (تو یہ نہ سمجھنا کہ بس اب دین کا ہی خاتمہ ہو گیا) بلکہ خدائے قدیر بہت جلد اور عنقریب تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئے گا جس میں یہ اور یہ خصوصیات ہونگی اور جسے آگے چل کر حزب اللہ سے موسوم کیا گیا ہے ارتداد کے حقیقی معنے ہی اعراض اور روگردانی کے ہیں اور جو اپنے خدا کو بھول کر اُس کے احسانات و انعامات کو خاطر میں نہ لاتا ہوا شیطان کا غلام اور نفس کا محکوم بن جائے تو اس کے ارتداد میں شبہ ہی کیا ہے یہی شرک اعظم ہے یہی خدا کا شریک بنانا ہے اور یہی اسلام کا وہ جرم عظیم ہے جس کی مغفرت نہیں ہو سکتی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ یہ گناہ کبھی معاف نہیں کریگا کہ کوئی شخص خدا کے ساتھ کوئی دوسرا شریک بنائے البتہ اس کے علاوہ وہ جسے چاہے بخش دے۔ آج اگر تعزیرات ہند میں حکومت کے برخلاف بغاوت کرنا سب سے بڑا جرم ہے اور اگر ظاہری حکومتیں رعایا کی اور تمام فروگذاشتوں اور غلط کاریوں سے چشم پوشی کر سکتی ہیں لیکن جو شخص اُن کی حکومت کی بنیاد کھوکھلی کرنا چاہے اُسے معاف نہیں کر سکتیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ احکم الحاکمین کے ملک میں رہ کر اُس کی رعایا بلکہ ہر ایک معاملہ میں اس کا محتاج ہو کر ایک شخص اُسی سے بغاوت کرنے لگے، دوست کا آستان چھوڑ کر اپنے لئے دشمن (شیطان) سے تعلقات قائم کرلے اور محبت و عشق تو رہے ایک طرف محبوب حقیقی کی یاد تک اُس کے صفحہ دل سے محو و منسی ہو جائے، اہل اللہ کے نزدیک تو ایک سانس بھی خدا کی یاد سے غافل ہونا کفر اور شرک کے مرادف ہے لیکن اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم دن میں پانچ دفعہ ہی سہی اپنے محسن، اپنے منعم

واطمینان تو یاد خدا اور صرف یاد خدا میں ہے۔

خلاصۂ سرخروئی آؤ اب ہم دیکھیں کہ اگر ایک مسلمان اپنی خوش قسمتی اور نیک نصیبی سے اپنی غلطی سے خبردار ہو کر شیطانی گروہ سے نکلکر خدا کی فوج "اللہ کے لشکر اور حزب اللہ میں آنا چاہے یا اگر ہم کسی شخص کی نسبت یہ معلوم کرنا چاہیں کہ وہ حزب اللہ میں داخل ہے یا حزب الشیطان میں تو حزب اللہ اور خدائی فوج کا وہ کونسا نشان ہے جو اُسے حزب الشیطان سے علیحدہ کر سکتا ہے اور وہ کونسا طغرائے امتیاز ہے جو ایک خدا کے لشکری کے پاس موجود ہوا کرتا ہے اُس کے متعلق ہم قرآن حکیم کی بیان کردہ تعریفوں کو دو سورتوں سے یکجا کر کے ایک ایسی ہیئت مخصوصہ میں پیش کرینگے جس سے آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ اللہ تعالیٰ عزاسمہٗ وجلشانہٗ نے حزب اللہ کا ذکر اپنے پاک کلام میں دو دفعہ فرمایا ہے ایک سورۂ مجادلہ میں جسکی آیات آغاز مضمون میں درج کی گئی ہیں دوسرا سورۂ مائدہ میں جہاں یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اگر تم خدا کے دین کو چھوڑ دو اور اعتقادی یا عملی طور پر مرتد ہو جاؤ تو عنقریب خدائے قدیر ایک دوسری قوم کو تمہاری جگہ پر کرنیکی خاطر بھیجدینگے اور چونکہ وہ قوم خدا، اُس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی دوستدار ہوگی اس لئے اُسے حزب اللہ کا خطاب دیا گیا ہے اور اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ کے ارشاد سے اُنکی جرأت افزائی کی گئی ہے یعنی بیشک خدائی جماعت اور خدائی فوج ہی دین اور دنیا دونوں میں سرخرو اور غالب ہوگی۔

اوصاف کا اجمالی بیان جماعت حزب اللہ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں اُن میں اور سورۂ مجادلہ والے بیان شدہ وصف امتیازی میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں بلکہ ایک میں ذرا اجمال ہے اور دوسرے میں تفصیل۔ چنانچہ ہم پہلے سورۂ مجادلہ میں سے حزب اللہ کی شان خصوصی بیان کرینگے اور بعد میں بطور لف و نشر غیر مرتب سورۂ مائدہ کی طرف متوجہ ہونگے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

(سورۂ مجادلہ پ۲۸) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایک ایسی قوم کو جو خدا پر اور یوم آخرت پر

یورپ والوں کی ایجادات و اختراعات دیکھنے لگتے ہو تو تمہارے مُنہ میں پانی بھر آتا ہے اور تم زبان حال سے پکار اُٹھتے ہو کہ کاش ہم حرماں نصیب بھی ایسے کمالات کا جوہر اپنی ذات میں رکھتے، کبھی ہوا میں اُڑتے پھرتے اور کبھی سمندر کو چیرتے پھرتے کبھی تمہارے دل میں یورپ کے بعض ملحدین کی زبانی یہ وسواس ڈال دیتا ہے کہ کائنات کا سلسلہ ابدی و ازلی ہے، ہر ایک شے طبعی و اضطراری طور پر چل رہی ہے اور نظام عالم کے قیام کے لئے کسی منظم و منتظم کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کبھی تمہیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ مذہب ترقی کے راستہ میں ایک رُکاوٹ ہے اور جب تک چلتی گاڑی میں حائل ہونیوالا یہ روڑا ہٹا نہ دیا گیا مسلمان کبھی ترقی نہ کر سکیں گے غرض پہلے اگر ابلیس لعین کا استدلال اور قسم کا تھا تو اب اُس نے بھی نئی روشنی سے فائدہ اُٹھا کر مسلمانوں کو اس بے دینی و الحاد، بے اعتقادی و لامذہبی کے نئے جال میں پھنسانے کا تہیہ کر لیا ہے اور اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ مسلمانوں کو مذہب سے علیحدہ کر کے وہ ان کی ذلت و اُفتادگی اور پستی و انحطاط کا خوب تماشا دیکھے کیونکہ موجودہ زمانہ میں یہی ایک قوم باقی رہ گئی ہے جس کے بعض افراد ابھی تک اُسکی دستبرد اور حکمبرداری سے محفوظ ہیں ورنہ دُنیا کا کونسا حصہ ہے جہاں شیطان حکمران نہیں اور مشرق و مغرب کا کونسا مُلک باقی ہے جہاں کے باشندے اعتقاداً اور عملاً خدا کو یاد کرتے ہوں۔

دُوسروں کے تو ہم ذمہ دار نہیں مگر مسلمانوں کو شیطان کے دست تصرف سے بچانے کے لئے ہر ممکن سعی عمل میں لانا بحیثیت خیر خواہ ملت و بہی خواہ قوم ہمارا فرض اوّلین ہے اِس لئے ہم مسلمانوں کو متنبہ اور خبردار کئے دیتے ہیں کہ وہ خدارا شیطان کے دھوکے اور فریب میں نہ آئیں، اس کی ترغیبات و تحریصات میں نہ پڑیں دُنیا کے چند روزہ عیش و عشرت کو آخرت کی دائمی زندگی پر ترجیح نہ دیں یاد رکھیں کہ شیطانی دماغ کا اختراع کردہ دُنیاوی عیش و آرام بھی دیرپا نہیں ہوا کرتا بلکہ ایسے عیاشوں اور بے اعتدالیوں میں پڑنے والوں کو آخرت تو رہی ایک طرف دُنیا میں ہی خمیازہ برداشت کرنا پڑتا ہے اور شیطانی گروہ بالآخر خسارہ میں رہتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ حقیقی عیش و آرام اور اصلی راحت

کر چکا ہے کہ اُس کا حقیقی پرورش کنندہ، اُس کا خالق، اُس کا رازق، اُس کا مالک صرف وہی ہے اور باقی رشتے ناطے سب وقتی ہنگامی اور اُس تعلق کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں پھر جب بدو شعور میں اُس نے کلمہ توحید پڑھنا شروع کیا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا مفہوم اس کے ذہن نشین کرا دیا گیا کہ دُنیا میں کوئی معبود کوئی لائق عبادت اور کوئی الوہیت کی شان رکھنے والا سوائے ایک واحد لاشریک کے نہیں ہے تو پھر اُس کا وہ سر جو خدا کے آستانہ عالی پر فرط نیاز سے جھک چکا ہے کسی دُوسرے کے سامنے کیسے جھک سکتا ہے اور اُس کی وہ گردن جو خدائی ہیبت وجلال کے سامنے وفورِ تعظیم سے خم ہو چکی ہے اب کسی دُوسرے کے سامنے کیونکر نیچی ہو سکتی ہے وہ ایک آقا کی غلامی میں آکر تمام دُنیا کو اپنا غلام دیکھنا چاہتا ہے وہ ایک شہنشاہ اعظم کی رعیت بن کر تمام دُنیا کو اپنی رعایا بنانا چاہتا ہے اور ایک احکم الحاکمین کے ارشادات کی تعمیل کے طفیل تمام دُنیا کو اپنا حکمبردار کرنا چاہتا ہے بلکہ اس سے بڑھکر جب اُسے یہ ساری نعمتیں میسّر ہو جاتی ہیں اقبال اُس کا غلام اور حکومت اُس کی لونڈی بن جاتی ہے اور دونوں جہان کی راحتیں اُسے نصیب ہو جاتی ہیں تو پھر بھی اُسے ان چیزوں میں وہ مزا نہیں آتا جو اپنے آقا کی غلامی اور اپنے مالک کی اطاعت میں آتا ہے اُس کی محبت اور اُس کے عشق میں آتا ہے اور اس سے بڑھکر دیوانگی اور جوشِ جنوں میں آتا ہے ؎

آنکس کہ ترا بخواست جاں را چہ کند — فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی — دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

صحابہ کرامؓ کی سیرتیں یہ باتیں صرف تخیلات تک محدود نہیں بلکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے اسی آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر عرب کی سنگلاخ اور بے آب و گیاہ سرزمین پر ایک قوم گذری ہے جس کا نام خدا نے مُسلم رکھا تھا ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ اور جس کے افراد نے ایک اُمّی مگر سارے جہان کے اُستاد (فداہ ابی و امی) کے فیضِ صحبت سے اور مبارک تعلیم کے زیر اثر مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کی دعوت پر نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کی صدا بلند کرتے ہوئے اپنے آپ کو بطور سپاہی خدائی فوج اور حزب اللہ میں پیش کیا خدا کے لشکر میں بھرتی ہو گئے اور اپنے قائد اعظم (روحی فداہ) کے زیر قیادت

ایمان رکھنے والی ہو کبھی اس امر کا روادار نہ پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے محبت و الفت، اتحاد و ارتباط، مراسم و تعلقات قائم رکھ سکے جو خدا اور اس کے رسول برحق (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مخالف اور معاند ہوں خواہ وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں، بھائی ہوں، اولاد و احفاد ہوں، رشتہ دار و قرابتدار ہوں یا بہ الفاظ دیگر وہ الحب للہ والبغض للہ کی عملی تفسیر ہونگے کہ جو خدا کا دوست وہ ان کا دوست، جو خدا کا دشمن وہ ان کا دشمن اور اس میں کوئی شخص بھی مستثنےٰ نہیں ہوگا حتیٰ کہ ان کے قریبی تعلقدار باپ بیٹے، بھائی بھی اسی ضمن میں آجائیں گے۔

اس آیت کے مطابق حزب اللہ کی تعریف یہ ہوئی کہ خدائی فوج میں شامل ہونے والا سپاہی تمام ظاہری علائق و تعلقات کو خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق پر قربان کر دے اور فدائے کریم اور رسول اکرم (فداہ ابی وامی) کی محبت میں اسے اس درجہ شغف و انہماک حاصل ہو کہ کوئی دوسری محبت اس پر اپنا اثر نہ ڈال سکے وہ اپنے باپ کی عزت و توقیر ضرور کرے، اپنے بیٹے کے ساتھ مروت و احسان اور لطف و رعایت کا برتاؤ ضرور کرے، اپنے بھائیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک ضرور روا رکھے اور اپنے دوست و احباب، اعزہ و اقارب، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن معاملت و ہمدردی ضرور کرتا رہے، اپنی بیوی کی جائز ناز برداری بھی کیا کرے لیکن اگر ان محبتوں اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تصادم و تقابل ہو جائے، فدائے قدوس و قیوم کے ارشادات، والد کے احکام، بیوی کی تمنا، بچے کی ضد، بھائی کی التجا اور رشتہ داروں کے مطالبات، دوستوں کی فرمائشوں کے درمیان مغائرت پیدا ہو جائے اور خدائی قانون اور انسانوں کے وضع کردہ قوانین میں اختلاف شروع ہو جائے تو ایک خدا کی پرستش اور عبادت کرنیوالا مسلم، ایک احکم الحاکمین کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈالنے والا مومن اور ایک مطیع و منقاد، حکمبردار اور اطاعت گذار موحد ایک رشتہ قائم کرنیکی خاطر سب رشتوں سے قطع تعلق کر لیگا، ایک کی محبت میں سرشار ہو کر باقی تمام محبتوں سے کنارہ کش ہو جائیگا اور ایک کی حکم برداری کرتے ہوئے باقی سب کے احکام کو پس پشت ڈال دیگا کیونکہ وہ آج سے نہیں بلکہ یوم الست سے اپنے رب العالمین کے ساتھ اس امر کا قول و اقرار

تھے اپنی شمشیر خارا شگاف سے اُن امرائے قریش کے پرخچے اُڑا دیتے ہیں جن کو اپنی طاقت اور قوت پر اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ طوق سلاسل بھی ساتھ لیتے آئے تھے کہ نعوذ باللہ محمدؐ کو ان سے باندھ کر لے چلیں گے مگر حالت یہ ہوئی کہ اُن میں سے خود خدائی فوج والوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے من حفر بئرا لاخیہ وقع فیہ۔

فرمان صادر ہوتا ہے کہ چونکہ ہم تھکے ماندے ہیں جنگ اُحد کے بعد آرام کا موقع نہیں ملا اس لئے مدینہ کے ارد گرد خندق کھود دی جائے کہ کچھ دیر تو دشمن کی طرف سے اطمینان نصیب ہو۔ خدائی فوج کے سپاہی ساتھ دن ایک کر دیتے ہیں اور اپنے پیٹ پر روٹی نہیں بلکہ حقیقی پتھر باندھ کر کھدائی کا کام اُس وقت تک جاری رکھتے ہیں کہ خندق تیار ہو جاتی ہے۔

مالی ایثار کی یہ حالت کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس اپیل پر کہ خدا کے راستہ میں مال کی ضرورت ہے اپنی تمام پونجی حتیٰ کہ پوشیدنی پارچات بھی بارگاہ رسالت میں حاضر کر دیتے ہیں اور جب سوال ہوتا ہے کہ مَا تَرَکْتَ لِاَھْلِکَ اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو عرض کرتے ہیں اللہ و رسولہ، خدا اور اُس کا رسولؐ ؎

پروانے کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہیں خدا و رسولؐ بس

جانی ایثار کی یہ کیفیت کہ جنگ احد میں جب کفار یورش کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں تو صحابہ کرامؓ میں سے ایک عاشق رسولؐ پہلا وار جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی شقی ازلی نے کیا اپنے دائیں بازو پر لیتے ہیں دوسرا بائیں پر اور تیسرا اپنے سینہ پر، کیا دنیا اتنی قدامت کے باوجود ایسے مناظر بھی پیش کر سکتی ہے؟

دو سال کی تفصیل غرض حزب اللہ کی تعریف سورۂ مجادلہ میں تو یہی ہے جو بیان کر دی گئی، اب ہم سورۂ مائدہ کو لیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ارشاد الٰہی:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	ایمان والو اگر تم اپنے دین کو ترک کر دو گے اور ارتداد
مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ	میں چلے جاؤ گے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے بجائے
فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ	ایک دوسری قوم کو کارگاہ عالم میں مامور فرمائے گا

ایسے محیر العقول اور استعجاب انگیز کارنامے دُنیا کو دکھلائے کہ آج مورخین ان کی شجاعت و بسالت پامردی و استقلال یا ثبات و قربانی ابتلا و آزمائش میں ثابت قدمی مصائب و تکالیف کی مردانہ وار برداشت اور عشق خدا اور رسولؐ میں سب کچھ قربان کر دینے کے واقعات پڑھ پڑھ کر حیران و انگشت بدنداں ہیں اُن کی زندگی پر اگر ایک غائر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عجیب طبیعت اور عجیب قماش کے لوگ تھے کہ باوجود دُنیا میں رہنے، دُنیاوی تعلقات قائم رکھنے اور ضروریات زندگی موجود ہونیکے اُنہیں کسی چیز کی پروا نہ تھی، کسی شئے سے اُنس نہ تھا، کسی فرد و بشر سے دِلی لگاؤ نہ تھا اگر پرواہ تھی تو صرف خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اگر مانوس تھے تو بس اِنہیں سے اگر تعلق تھا تو بس یہی۔

حکم ملتا ہے کہ مکہ کی سکونت ادائے فرائض میں حارج ہے ترک وطن کر کے حبشہ کو چلے جاؤ، مدینہ کو ہجرت کر جاؤ تو تعمیل ارشاد میں مسلم باپ کافر بیٹے کی پروا نہیں کرتا مسلم بیٹا مشرک باپ سے اجازت نہیں لیتا مومن خاوند مشرکہ بیوی کو چھوڑ کر چل دیتا ہے اور ایمان والی بیویاں بت پرست خاوندوں کے گھر سے نکل کھڑی ہوتی ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں اپنے ملک و املاک، جدی جائدادیں مکانات زمینیں، اونٹ، مویشی سب حوالہ خدا یا وقف رحم اغیار کر کے مذہبی دیوانوں کی یہ ایک جماعت، خدائی لشکر کی یہ ایک پلٹن اور حزب اللہ کا یہ ایک گروہ بے سروسامان بے مال و متاع و بلا سیم و زر ظاہراً نہایت خستہ حال مگر حقیقتہً اپنے دل ایمان کی دولت سے مالا مال کر کے یثرب جا پہنچتا ہے وہاں استقبال کے لئے حزب اللہ (انصار) کی دوسری جماعت موجود تھی جنہے اپنے جلاوطن بھائیوں کو سر آنکھوں پر بٹھایا اور میزبانی کے وہ مناظر دکھائے جن کی مثال ملنی محال ہے۔

اِرشاد ہوتا ہے کہ دشمن گھر سے نکال کر بھی مطمئن نہیں ہوا اور اب تمہیں مدینہ بھی آرام کرنے نہیں دیتا اس کی مدافعت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ تو قلت و کثرت سامان و بے سامانی کو نظر انداز کر کے خدا کے یہ سپاہی اپنے فاتح اعظم جرنیل (فداہ روحی) کے زیر کمان میدان کارزار میں نکلتے ہیں اور وہی غرقہ پوش مسکین اور گلیم در آغوش درویش جو ایک کملی والے شہنشاہ کی غلامی کی لذت میں دُنیا کی تمام لذتوں اور نعمتوں کو بھول چکے

(۴) مخالفین اسلام پر ان کی ہیبت اور رعب ہو۔
(۵) خدا کی راہ میں ان کے مال اور ان کی جانیں ہمیشہ وقف رہیں۔
(۶) ادائے فرائض اسلام میں کسی کی لکتہ چینی اور ملامت کی انہیں پروا نہ ہو۔
(۷) ان کے دوستانہ تعلقات حقیقی طور پر اللہ اُس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم اور دین دار مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہوں اور یہ رشتے سب رشتوں سے بڑھ جائیں۔

اِن خصائص کے مالک خدا کی فوج کے سپاہی ہیں اور وہ کسی ظاہری طاقت سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔

مسلمان قرآنی اوصاف کی میزان میں

اَب غور طلب یہ بات ہے کہ ہم مسلمان جو اپنے آپ کو جنت کے ٹھیکہ دار تصور کئے بیٹھے ہیں اس معیار پر پورے اُتر سکتے ہیں یا نہیں جو اللہ تعالےٰ نے ایک مومن مخلص کی شناخت کے لئے مقرر فرمایا ہے اگر جواب نفی میں ہے تو پھر ہم ذرا ذرا سی لغزشوں پر کفر اور ارتداد کے فتوے دینے والے علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ نے کبھی حقیقی ارتداد کی علامات پر بھی غور کیا ہے جس کی طرف ہماری قوم نہایت سُرعت رفتار سے جا رہی ہے اور اگر اس کے طریق عمل میں ایک زبردست تبدیلی نہ کی گئی تو وہ دن دُور نہیں کہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خداوند عالم کی طرف سے اس پر ارتداد کا فتویٰ صادر ہو جائیگا اور یہودیوں جیسی خصائل و عادات رکھنے والی قوم کو انہیں جیسی ذِلتوں اور خواریوں سے دوچار ہونا پڑے بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ ہماری غفلت میں پڑی ہوئی خود فراموش قوم پر اللہ میاں ناراض ہو چکے ہیں اور اُن پر بغاوت کا سنگین جرم عائد کر کے انہیں اپنی حکومت سے نکال چکے ہیں اور سزا دینی بھی شروع کر دی ہے وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذلت بھوک خدا کے غضب کا استحقاق اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے جس میں ہماری قوم مبتلا ہو چکی ہے فَيَا لَيْتَ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۵

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد ۔۔۔ آہ گر در پس امروز بود فردائے

اگر آپ اِن سچی مگر تلخ (اَلْحَقُّ مُرٌّ) باتوں پر ناک بھوں چڑھائیں تو ذرا گریبان میں مُنہ ڈال کر غور کر لیں کہ کیا خدائی فوج کی متذکرہ بالا تعریفوں میں سے ایک

وَيُحِبُّونَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ
لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ
حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

جن کو وہ دوست رکھے گا اور وہ اس کو دوست رکھیں گے
مسلمان بھائیوں کے ان کا برتاؤ نہایت نرمی کا ہوگا اور دشمنان
اسلام سے ٹکر کریں گے خدا کے رستہ میں وہ سینہ سپر رہینگے
اور ملامت کرنیوالوں کی ملامت انہیں ادائے فرض سے روک نہیں سکیگی
(لیکن) یہ خدا کا فضل اور اسکی عنایت ہے جس کو چاہے اسے
نواز دے کیونکہ وہ ذات ہمہ گیر ہے بس اور لوگوں کے اعمال و
عقائد سے اچھی طرح واقف ہے خوب یاد رکھو کہ دنیا میں
تمہارے دوست اللہ اسکے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور
وہ مومن بھائی ہیں جو نماز پر باقاعدگی سے قائم ہیں زکوٰۃ نہایت
التزام کیساتھ دیتے ہیں اور خدا کے احکام کی تعمیل میں انکی گردنیں
جھکی رہتی ہیں پھر جو شخص ان تینوں یعنی اللہ اس کے رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) اور مومنین کا رفیق کار بنے گا تو وہ
حزب اللہ یعنی خدا کے لشکر میں داخل ہو جائیگا اور اسی کو خدا کی مدد و نصرت حاصل ہوگی

ان آیات میں ایمان والوں کو اس بات سے متنبہ کرتے ہوئے کہ کہیں ان پر غم باطل اور خیال خام میں نہ مبتلا ہو جانا کہ ہماری موجودگی اسلام کے استحکام کا باعث ہے آن کے سامنے اس قوم کی خصوصیات پیش کیگئی ہیں جن کو ان کے ارتداد یا ترک ایمان کی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنی خلافت ارضی کے لئے منتخب فرمانا چاہتے ہیں اور ان کے محاسن گنانے کے بعد یہ امر مسلمانوں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ یا وہ اپنے وجودوں میں ایسے امتیازات از سر نو پھر پیدا کرلیں جو ایک مومن کیلئے لازم ہیں اور جو حزب اللہ کا مابہ الاختصاص ہیں یا خدا کی بادشاہت اور رعیت سے انہیں خارج کر کے ان کے ساتھ وہ سلوک روا رکھا جائیگا جو نافرمانوں اور باغیوں کے لئے مخصوص ہوا کرتا ہے وہ خصوصیات حسب ذیل ہیں :-

(۱) ان کا خدا ان کو دوست رکھتا ہو۔

(۲) وہ اپنے خدا کو دوست رکھتے ہوں۔

(۳) مسلمانوں کے ساتھ ان کا سلوک ہمدردانہ و مشفقانہ ہو۔

علیک سلیک ہوتی ہے اور بس۔ پھر اگر ان تعریفوں میں سے ہم میں ایک بھی موجود نہیں تو ہم خدا کے لشکری کہاں سے آئے اور ہمارے لئے غلبہ و نصرت کیسے ہو؟
لیکن یہ حالت ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا تکلیف کے بعد راحت لازمی ہے مصیبت کے بعد آرام ملا کرتا ہے خشک سالی کسی حد تک بڑھ جائے آخر ایک وقت آتا ہے کہ بارانِ رحمت برستا ہے دل کھول کر برستا ہے اور مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ خدا کے وعدے سچے ہیں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ مسلمانانِ عالم اپنے کئے کا خمیازہ اُٹھا چکے ہیں اُن پر وہ تمام لعنتیں یکے بعد دیگرے نازل ہو چکی ہیں جو قوم یہود کے لئے مخصوص تھیں وہ ان تمام اوصاف سے محروم ہو چکے ہیں جو ایک ترقی یافتہ قوم کا مابہ الامتیاز ہوا کرتی ہیں۔ اسی لئے اب وہ قوم آنے والی ہے جس کی پیشگوئی قرآن حکیم میں موجود ہے وہ جماعت ظاہر ہونیوالی ہے جس کی علامتیں آج سے تیرہ سو سال پہلے بتلائی جا چکی ہیں اور وہ لشکر مرتب ہونیوالا ہے جس کا طغرائے امتیاز غلبہ اور فلاح ہے فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (مائدہ) اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مجادلہ) اب حزب الشیطان میں بھاگڑ پڑ رہی ہے اور اب ابلیسی اور شیطانی قوتیں اپنے بچاؤ کی فکر میں ہیں اب اہرمنی نمائش ختم ہو چکی ہے اب حزب اللہ کی آمد آمد ہے ؎

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

اب خدائی قوت کے ظہور کا وقت آپہنچا ہے اور دنیا کے روبرو پھر وہی نظارہ آنیوالا ہے جو ایک دفعہ وہ پہلے دیکھ چکی ہیں ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں　　محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی
آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک　　یعنی گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائیگی

یہ باتیں جملہ معترضہ درمیان میں آگئیں اور لائے بغیر مفر بھی نہیں ؎

اَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِكْرَهٗ　　هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهٗ يَتَضَوَّعُ

سورۂ مجادلہ اور مائدہ میں سے حزب اللہ کی تعریف آپ نے پڑھ لی ہے اور آپ اگر ذرا بھی غور سے کام لیں گے تو آپ کو صاف نظر آئیگا کہ اصلی حزب اللہ کا مابہ الامتیاز

تعریف بھی آپ پر صادق آتی ہے۔

(۱) کیا آپ کا خدا آپ کو دوست رکھتا ہے اگر رکھتا ہے تو پھر دشمن آپ پر کیوں غالب ہیں؟ ؎

محال است چوں دوست دارد ترا　　کہ در دست دشمن گذارد ترا

(۲) کیا آپ اپنے خدا کو دوست رکھتے ہیں؟ غلط از سر تا پا غلط کیا دوست وہی ہوا کرتا ہے جو دوست کے احکام کی ذرہ بھر بھی پروا نہ کرے ؎

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ　　إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ يُطِيعُ

(۳) کیا مسلمانوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ اچھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر آپ کا بس چلے تو اپنے بھائیوں کو تکا بوٹی کر ڈالیں ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند　　سعدی از دست خویشتن فریاد

(۴) کیا اغیار کے دلوں میں آپ کا رعب باقی ہے؟ اس کا جواب اس واقعہ سے مل سکتا ہے کہ جس قوم کی ہیبت سے سارا جہان لرزہ براندام تھا وہ آج خود اپنی تحفظ و نگہداشت کی تجویز سوچ رہی ہے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

(۵) کیا خدا کے راستہ میں آپ جانی اور مالی ایثار کر سکتے ہیں؟ یہ ذرا ٹیڑھی کھیر ہے البتہ ذاتی اغراض کے حصول کے لئے ہمارا مال اور بھائیوں کا گلا کاٹنے کیلئے ہماری جان حاضر ہے!

(۶) ادائے فرض میں نکتہ چینیوں کا ہماری طبیعتوں پر کیا اثر پڑتا ہے؟ جب فرض کی ادائیگی کی نوبت ہی نہیں آتی تو نکتہ چین کہاں کے اور نکتہ چینی کیسی إِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوطُ

(۷) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے ساتھ ہمارے تعلقات کی کیا حالت ہے؟

آنیوالی قوم کا ظلم　ہم نے کبھی اس پر غور ہی نہیں کیا کہ دنیا میں یہ تعلقات بھی ہوا کرتے ہیں ہمیں تو اتنا پتہ ہے کہ بیوی سے تعلق ہوتا ہے، بیٹے سے تعلق ہوتا ہے، اعزہ و احباب سے مراسم ہوتے ہیں، رشتہ داروں سے روابط ہوتے ہیں، جان پہچان والوں سے

یہ الگ بات ہے کہ وہ کار آمد ہوں یا نہ ہوں مگر اعتراف خدمات تو ہو گیا۔ پھر جو اخلاص خدا کی فوج میں بھرتی ہونا چاہیں اور حزب اللہ کی فہرست میں اپنا نام درج کرانا چاہیں قواعد و ضوابط مقررہ کی پابندی بھی کریں۔ حلف وفاداری بھی لیں۔ اطاعت امیر سے انحراف بھی نہ ہو۔ خدا کے راستہ میں پیش آنے والی مشکلات بھی بہ طیب خاطر برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو ان خدمات کا عوض انہیں کیا ملے گا۔ اس ملازمت کی تنخواہ کیا ہوگی اور جب ظاہری حکومتوں کے لشکری کئی قسم کے مالی فوائد حاصل کر لیتے ہیں تو احکم الحاکمین کی فوج کے سپاہی کیا کچھ توقع رکھ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم آپ کو سبز باغ دکھانا نہیں چاہتے اور اپنی طرف سے ایک حرف کا مبالغہ کئے بغیر قرآن حکیم کی اسی سورہ مجادلہ میں سے جہاں کہ حزب اللہ والوں کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اس جماعت اور اس لشکر کے لئے جو عوض اور جو انعام تجویز کیا گیا ہے وہ آپ کے سامنے لا کر خود آپ کی اپنی قوت تمیزی پر اس کا فیصلہ چھوڑ دیتے ہیں کہ اللہ کی فوج میں بھرتی ہونے سے کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔

حزب اللہ میں داخل ہونے والی کی تعریف کرنے کے بعد کہ وہ خدا اور اس کے رسول برحق (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مخالفین سے کبھی اتحاد عمل نہیں کر سکتے اور دوستانہ مراسم قائم نہیں رکھ سکتے بلا کسی استثنار کے خواہ وہ مخالفین ان کے اپنے باپ بیٹے اور رشتہ دار کیوں نہ ہوں وہ مدارج بیان کئے گئے ہیں وہ مناصب ظاہر کئے گئے ہیں اور وہ فضیلتیں گنوائی گئی ہیں جو اس قسم کے عقائد رکھنے والے مومنین صادقین کو نصیب ہونگی۔

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(سورہ مجادلہ)

وہی لوگ جو خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر ثابت قدم رہیں اور آزمائشوں اور ابتلاؤں کے باوجود ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ ہو ان کے دل میں خدائے لم یزل و لم یزال نے ایمان منقش کر دیا ہے اور اپنی روحانی اور غائبانہ مدد

تو وہی ہے جو سورہ مجادلہ میں مذکور ہوا سورۂ مائدہ میں تو محض اس کی وضاحت کی گئی ہے کیونکہ جب ایک مومن مخلص و مسلم قانت اپنی زندگی کا حاصل اور حیات کی حقیقی غرض یہ بنالے کہ خدا اور اُس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں وہ تمام دوسری محبتوں سے بے پروا رہیگا اور جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہوں وہ اس کے دوست ہوں گے اور جو اُن کے مخالف ہوں وہ اس کے مخالف تو باقی تمام باتیں اسی کے ضمن میں آجائیں گی جب وہ خدا کو دوست رکھے گا تو خدا اُس کو دوست رکھے گا۔ دوست کا یہ حکم ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ مسلمانوں سے برادری کے تعلقات قائم کرو۔ دوست کا یہ حکم ہے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً کہ مخالفین جب تک تم کو امن سے نہ بیٹھنے دیں تم بھی اُن کے ساتھ کوئی رعائت نہ کرو۔ دوست کا یہ حکم ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط کہ خدا نے مسلمانوں سے ان کی جانیں ان کے مال جنت کے عوض خرید کر لئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس دوست کا یہ حکم ہے کہ ادائے فرض میں کسی کی خرافات پر کان نہ دھرو اور دوست کا یہ فرمان ہے کہ دُنیا میں صرف تین ہستیوں پر دوستی کا اعتبار کرو، خدا پر اُس کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اور مومنوں پر۔ اِس لئے ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ حزب اللہ کی جماعت کے لئے جو قواعد و ضوابط جو قوانین و آئین وضع کئے ہیں اُن کا دستور اساسی یہی سورۂ مجادلہ والی آیت ہو کہ یہ مقابلۃً اقرب الی الفہم و اوصل الی المطلوب ہے، واللہ اعلم وعلمہٗ اتم۔

حزب اللہ کا کام اب ہمیں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حزب الشیطان سے کنارہ کش ہو کر شیطانی طاقتوں سے بغاوت کر کے اور ابلیس لعین اور اُس کی ذریت من الانس والجن سے عدم تعاون و ترک موالات کر کے حزب اللہ میں داخل ہونا چاہے تو اُسے اس کے عوض میں کیا انعام ملیگا کیا تنخواہ ملیگی اور کیا فائدہ حاصل ہوگا؟

انگریزی فوجوں میں لوگ بھرتی ہوتے ہیں پندرہ روپیہ ماہوار تنخواہ لیتے ہیں راشن سرکاری ہوتا ہے، وردی بھی ملتی ہے قسمت یاور اور حالات مساعد ہوں تو ترقی بھی ہوتی ہے گذشتہ جنگ میں کئی سپاہی ایک دو سال کے اندر صوبہ دار بن گئے کئی ایک کو زمینیں بھی ملیں۔ جاگیریں بھی عطا ہوئیں اور سندات اور سارٹیفکیٹ بھی مل گئے

صرف اُخروی نجات ہی نہیں بلکہ دُنیوی فوائد بھی یقینی ہیں دُنیا میں کسی قوم کے لئے جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہو سکتی ہے وہ اغیار پر اس کا غلبہ و تصرف اور اقتدار و رعب ہوا کرتا ہے اور جو لوگ مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ کیسی سادہ لوح اور بے دماغ قوم ہے کہ وعدۂ فردا پر دُنیا کی لذتوں کو قربان کر رہی ہے بقول شاعر ؎

قہر تو یہ ہے کہ اوروں کو ملیں حور و قصور
اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

ان کا جواب اسی آیت میں موجود ہے کہ آخرت کے علاوہ مومنین کو دُنیا میں بھی خداوند تعالےٰ کی طرف سے مدد پہنچتی ہے جو اُن کی فتح و نصرت کا باعث بن جاتی ہے ایک دُوسری آیت سے اس پر مزید روشنی پڑتی ہے وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الصف) اگر تم نے خدا کے ساتھ اپنا لین دین درست رکھا تو جنت کے علاوہ جس کی یہ اور خصوصیات ہیں تمہیں دُنیا میں بھی وہ نعمت حاصل ہو جائیگی جو تمہیں فطرتاً مرغوب اور بالطبع مطلوب ہے اور وہ خدا کی طرف سے مدد اور نصرت اور اس کے طفیل فوری اور قریبی فتح ہے اور اے محمدؐ مومنین کو اسکی خوشخبری اور بشارت سُنا دیجئے۔

تنبیہ چند روزہ زندگی کے بعد انہیں جو دائمی حیات حاصل ہونے والی ہے اس میں وہ نہایت عیش و عشرت سے رہیں گے، رہنے سہنے کے لئے عالیشان محلات، تفریح اور سیر کے لئے سرسبز و شاداب باغات، لطف اندوز ہونے کے لئے دودھ شہد اور میٹھے پانی کی نہریں، خدمتگذاری کے لئے حور و غلمان اور پھر لطف یہ ہے کہ خَالِدِيْنَ فِيْهَا مرگ کا خطرہ نہیں موت کا ڈر نہیں گویا حزب اللہ والوں کو جنت کا پروانہ مل گیا اِدھر آنکھیں بند کیں اُدھر خلد بریں میں جا پہنچے اور یہ بھی کوئی اچنبھے کی بات نہیں شہدائے بدر (رضی اللہ عنہم) نے تو جنت کو اسی دُنیا میں دیکھ لیا تھا وہ دم توڑ رہے تھے حالت سکرات میں تھے مگر آنکھیں فرط خوشی سے چمک رہی تھیں لب ہل رہے تھے کیونکہ اُن کے سامنے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے اور شراب طہور کے جام بہشت کی حوروں نے اُن کے لبوں سے لگا دیئے۔ آج تم جنت کی ہزار تاویلیں کرنے لگے ہو اور علم طبیعیات نے تمہارے اعتقادات خراب کر دیئے

ان کے شامل حال کردی ہے اور مرنیکے بعد وہ ایسے باغات میں حیات جاوداں بسر کریں گے جن کے نیچے قسم قسم کی نہریں جاری ہیں ان کا خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ اپنے خدا سے راضی ہوں گے یہی لوگ خدا کی جماعت کے لوگ ہیں یہی خدا کے لشکر کے سپاہی ہیں یہی حزب اللہ سے تعلق رکھنے والے ہیں اور یاد رکھو کہ اصلی فلاح حقیقی نجات اور دینی و دنیوی ترقی بس انہیں کے لئے مخصوص ہے۔ اب ہم حزب اللہ کی جماعت کو حاصل ہونے والے انعامات و اکرامات علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

پہلا انعام | اُن کے دلوں پر ایمان کی مُہر لگ جائیگی یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے اُن کے لوح قلب پر تحریر کر دیں گے کہ یہ مومن صادق ہے۔ ایمان کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ان کے دِلوں میں بس ایک کے لئے جگہ باقی رہ گئی اور دُوسرے تمام علائق کو ایک تعلق قائم رکھنے کی خاطر توڑ دیا سب سے سرکش ہو کر ایک کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ سب سے آزاد ہو کر ایک کے احکام کی پابندی شروع کر دی اور سب سے روگردان ہو کر ایک کی طرف مُنہ پھیر لیا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

دُوسرا انعام | اللہ تعالیٰ کی اعانت و تائید اُنہیں نصیب ہوگی اور دشمنوں پر وہ مظفر و منصور ہوا کرینگے کیونکہ جب ظاہری حُکام کی رفاقت اِنسان کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے اور حکومت کے بھروسہ پر کئی لوگ اپنے آپ کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھ سکتے ہیں تو جس شخص کا معاون و مددگار احکم الحاکمین ہو اسے کون گزند پہنچا سکتا ہے بلکہ ہر ایک معاملہ میں اس کی فتحمندی اور کامیابی یقینی ہے جنگ بدر میں صحابہ کرامؓ نے بر ائی العین اور اپنی آنکھوں سے سبز پوش فرشتوں کو دیکھا جو آسمانوں سے اُتر کر مُشرکین مکہ کے گلے کاٹ رہے تھے۔ آج یہ باتیں خواہ کسی حد تک مُبالغہ آمیز اور اعتقادی روایات شمار ہوں مگر یہ ایک حقیقت ہے جس کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور نہ ہی یہ بات خدائے قدیر کے سامنے کوئی مشکل ہے اب بھی تمہاری مدد کے لئے فرشتے اُتر سکتے ہیں مگر پہلے اپنے اندر وہ کمالات پیدا کرو جنکی بنا پر تائید ایزدی تمہاری رفیق حال بنے وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ میں ایک اور لطیف اشارہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ حزب اللہ کی جماعت اور خدا کی فوج کیلئے

حزب اللہ میں شامل ہو کر جو کوئی نیا فرقہ نہیں، نیا مذہب نہیں، نیا طریقہ نہیں بلکہ وہی صحابہ کرامؓ کا مسلک اور اسلاف کا طریق کار ہے جسے بدقسمتی اور شامت اعمال سے ہم فراموش کر چکے ہیں دنیا کو پھر وہ بھولا ہوا سبق یاد دلائیں بہترین تمدن وتہذیب اور پاکیزہ ترین سیرت واخلاق کا عملی مظاہرہ کریں اور مسلمانوں کی ذہنیتوں کو بدل کر اور ان کی طبیعتوں میں انقلاب پیدا کر کے اس سطح مرتفع پر لے آئیں کہ جس قوم سے آج سارا جہان نفرت کر رہا ہے کل اس کے نقش قدم پر چلنے ہی میں اپنی نجات سمجھے۔

یہ کسی مجذوب کی بڑ نہیں کسی فاتر العقل کے دماغی انتشار کا نتیجہ نہیں کسی بگڑی ہوئی ذہنیت کا ملفوظ مظاہرہ نہیں بلکہ اسلام کا سچا درد رکھنے والے دل کی صدا ہے۔ حقیقت شناس اور حقیقت فہم دماغ کے تجربات ومشاہدات کا نچوڑ ہے اور اس حقیقت کبریٰ کا اظہار ہے جو عرصہ سے ظاہر بین نگاہوں سے پوشیدہ چلی آتی ہے ؎

سرِ خدا کہ عارفِ سالک بہ کس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (آل عمران)

ہیں اگر اب بھی اس دُنیا میں جنت کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو وہ صفات پیدا کرو جو بدریین میں تھے ورنہ ع

"قدرِ ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی"

چوتھا انعام | اُن کا خدا اُن سے ضرور راضی رہے گا اِس لئے کہ وہ خدا کی رضا جوئی اور رضا طلبی میں ساری دُنیا کی ناراضگی کی بھی پروا نہ کریں گے اور خدا کی رضا کا عملی نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا جہان ان کی ناراضگی برداشت نہ کر سکیگا اور جب تک خدا کی رضا پر مرمٹنے والوں کو دُنیا راضی نہ کرلے گی وہ خود راضی نہیں رہ سکیگی اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ اور جب خدا کی ذات اپنے بندوں پر راضی ہوجائیگی تو اپنی خوشنودی کے اظہار کا وہی طریقہ اختیار کرے گی جو آج سے تیرہ سو سال پہلے اختیار کیا گیا تھا اور مَیں کیا عرض کروں کہ وہ کیا تھا ؎

آں راز کہ در سینہ نہان است نہ وعظ است
بر دار تواں گفت بہ منبر نہ تواں گفت

پانچواں انعام | وہ اپنے خدا سے راضی ہوں گے کیونکہ اُنہیں دین اور دُنیا دونوں میں اِتنی نعمتیں، اتنی راحتیں، اتنے عیش و آرام اور اتنے انعام و اکرام عطا ہوں گے کہ انہیں کوئی حاجت باقی نہ رہے گی ؎

کریم سائل خود را غنی کند یکبار
دوبارہ لب نہ کشائد صد در ار بہار

چھٹا انعام | دارین کی فوز و فلاح، دین و دُنیا کی ترقی اُنہیں کے حصہ میں آئے گی وہی شاد کام ہوں گے وہی فائز المرام ہوں گے اور اس سے بڑھ کر ان کی کامیابی اور بلندی طالع اور کیا ہو سکتی ہے کہ دُنیا کی بادشاہت، آخرت کا آرام، دُنیا کی حکومت، آخرت کی عشرت، دُنیا کی عزت و آبرو اور آخرت کی سرخروئی ان کو حاصل ہوجائے کیا اس سے بڑھکر کوئی اور انعام ہو سکتا ہے؟ اس سے زیادہ تنخواہ مل سکتی ہے؟ اور اس کے اوپر کوئی اور درجہ ہو سکتا ہے؟ اگر خدا کے وعدے سچے ہیں اگر قرآن کریم خدا کا کلام ہے اور اگر اس سے پہلے ایک جماعت یہ کامیاب تجربہ کر چکی ہے تو آؤ ہم بھی آج سے خدا کی فوج میں داخل ہوجائیں خدا کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیں اور

منتشر شیرازہ کو یکجا کروں اور مسلمانوں میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں ان کی تلافی کی کوئی صورت نکال سکوں وَاللّٰہُ عَلٰی مَا اَقُوْلُ شَہِیْدٌ۔ اس لئے بجائے اس کے کہ میرے واجب الاحترام معترضین مجھ سے اختلاف بنائے شروع کر دیں اور مسلمانوں کی دوسری تحریکات کے محرکین کی طرح مجھے بھی مخالفین کی طرف سے چین اور آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہو اگر وہ میرے پیش کردہ طریق عمل میں کوئی نقص دیکھیں یا غلطی محسوس کریں تو فی الفور اس سے مجھے آگاہ کر دیں تاکہ میں آئندہ اس کا ارتکاب نہ کروں اور ان کی اس خیر خواہانہ و ہمدردانہ نکتہ چینی کا شکریہ بھی ادا کروں رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ ھَدَانِیْ اِلٰی عُیُوْبِیْ خدا اس سے راضی ہو جو مجھے میرے عیوب و نقائص سے آگاہ کرے اور اگر ان کے خیال میں اس قسم کی تحریکات کو چلانے کی مجھ ناچیز میں اہلیت و صلاحیت نہیں تو اس کا آسان علاج یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے زیادہ قابل اور پوری اہلیت رکھنے والے بزرگ کو آمادہ کار بنا دیں میں ایمان سے عرض کرتا ہوں کہ اگر مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ بزرگ منصب امارت کے وظائف و فرائض کے لئے زیادہ موزوں اور مفید ثابت ہونگے تو میں فی الفور ان کے حق میں دست بردار ہو جاؤں گا اور میری یہ دست برداری کسی رنجش پر مبنی نہ ہوگی بلکہ اپنی ہمت اور قدرت کے مطابق آئندہ ان کیساتھ اشتراک عمل سے بھی دریغ نہیں ہوگا اور میں وہ تمام فرائض بجا لاؤں گا جو امیر کی طرف سے مامورین پر عائد ہونگے مقصود حصول منصب یا حرص امارت نہیں بلکہ خدمت مسلمین ہے اور وہ جس صورت میں احسن طریق پر انجام پائے اس کے لئے میں ہمہ تن تیار رہوں منصب تو رہا ایک طرف مجھے تو یہ خدمت اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور میں خدا کے فضل سے اس کے لئے اپنے آپ کو بلا تامل قربان کر سکتا ہوں لیکن جب تک آپ کسی دوسرے کی تلاش میں ہیں بہتر ہوگا کہ مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے مطابق چند دنوں کے لئے حسن ظن سے کام لیں اگر آپ میرے ساتھ اشتراک عمل نہیں کر سکتے تو کم از کم ظَنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا کے مطابق میری مخالفت سے باز رہیں اور میں نے جو کام محض خدا کے بھروسہ پر شروع کیا ہے اور جس میں میرا حقیقی مددگار سوائے خدائے قدوس و قیوم کی ذات کے اور کوئی نہیں دیکھ لیں کہ وہ کیسا ہے وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔

اغراض و مقاصدِ حزب اللہ

آپ منتظر ہونگے کہ جس جماعت کی تشکیل، جس جیش کی تنظیم و ترتیب اور جس فوج کی بھرتی کا اعلان اس شد و مد سے ہو رہا ہے اور جس کے مبادی آپ کے سامنے آچکے ہیں اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں اس کا حقیقی منشا کیا ہے اس کی علت غائی کیا ہے اسکی اساس کار کیا ہے اس کا نصب العین کیا ہے تاکہ آپ اُس پر غور و فکر کر سکیں اس کے مالہٗ و ماعلیہ پر نظر انتقاد ڈال سکیں اور اس کے محاسن و معائب کے متعلق ایک آخری فیصلہ کر سکیں۔

اپنی ناقص عقل کے مطابق مقررہ لائحہ عمل آپ کے سامنے لانے سے پہلے اور حزب اللہ کی جماعت کا جو مفہوم میرے دماغ میں ہے آپ کو اُس سے روشناس کرانے سے قبل اتنا عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں سمجھتا انسانی کمزوریاں مجھ میں موجود ہیں غلطی کا ارتکاب مجھ سے ممکن ہے میرا پہلا اور آخری دعویٰ یہی ہے کہ مَآ اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنْكُمْ کہ تمہارے جیسا بلکہ تم سے کم درجہ کا انسان ہوں۔ البتہ اگر آپ میرے خلوص نیت پر حرف گیری کریں گے میرے سچے جذبہ عمل پر معترض ہونگے اور میرے نیک ارادہ میں آپ کو خواہ مخواہ کوئی برائی نظر آئے گی تو یہ امر یقیناً میری دلشکنی کا باعث ہوگا خدائے کارساز اور اس کی تمام کائنات قیامت کے دن اس امر کے گواہ ہوں گے کہ میں نے جو کام شروع کیا ہے جو مالا اُستروں کی اپنے گلے میں ڈالی ہے اور جو بار گراں اپنے سر پر اٹھایا ہے اُس میں کوئی جلب منفعت کوئی ذاتی فائدہ اور کسی قسم کی خواہش نام و نمود نہیں بلکہ ایک ہی جذبہ کارفرما ہے ایک ہی خواہش مصروف عمل ہے اور ایک ہی تمنا حقیقی محرک ہے اور وہ یہ کہ مَآ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

مقصد اصلاح میرا اصلی ارادہ اور میرا مقصد وحید سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اپنی توفیق اور استطاعت کے مطابق اپنی قوم کی بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح کروں اپنے بھائیوں کے

آتش زیر پا نہ ہوں۔ حزب اللہ کی جماعت خالص مذہبی جماعت ہے۔ اس کی تمام توجہات کا مرکز اتحاد بین المسلمین اور ان کے اقتصادی، معاشرتی اور تمدنی معاملات کی درستی ہے۔

حزب اللہ کی ٹکر سوال یہ تھا کہ پھر حزب اللہ والوں کی جنگ کس سے ہوگی اور اگر جنگ نہیں ہوگی تو کیا "خدا کی فوج" کا جملہ اشتہار بازوں کی طرح محض جذب توجہ کے لئے تو نہیں استعمال کیا گیا؟ جنگ ہوگی اور ضرور ہوگی، لڑائی ہوگی اور ضرور ہوگی، معرکہ جدال و قتال گرم ہوگا اور ضرور ہوگا لیکن کس سے؟ حزب الشیطان سے ابلیسی گروہ سے اہرمنی جمگھٹے سے نفسانی خواہشات اور بہیمی جذبات سے وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَاجَرَ عَنْ مَا نَهَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ عَنْهُ کہ اصلی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو ترک کر دے جن سے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

ان ضروری اور قابل اظہار امور کے بعد اب ہمارے تجویز کردہ "اغراض و مقاصد حزب اللہ" ملاحظہ ہوں۔

بیا جامی رہا کن شرمساری
نہ نیک و بد بہ پیش آر آنچہ داری

(۱) قیام امارت و مرکزیت حزب اللہ کی جماعت کا پہلا کام ایک امیر کا تقرر اور ایک مرکز کی تاسیس ہے کیونکہ جب تک ایک شخصیت ایسی موجود نہ ہو جو ساری جماعت پر اپنا اثر و اقتدار رکھتی ہو اور جس کی تعمیل ارشاد سب اپنے لئے ضروری سمجھتے ہوں تب تک ایک نظام قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ اسلامی نقطۂ خیال سے تو امارت کا قیام اور مرکزیت پیدا کرنی نہایت لازمی اور ضروری ہے۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ مسلمان اگر سفر کو نکلیں تو خواہ ان کی تعداد کتنی ہی قلیل ہو وہ اپنا ایک امیر ضرور بنا لیا کریں حتےٰ کہ اگر وہ تین ہوں تو پھر بھی ان کا تیسرا شخص امیر ہونا چاہیے تاکہ وہ دو کے جھگڑوں کو مٹا سکے۔ امیر کی اطاعت و فرمانبرداری نص قطعی سے ثابت ہے وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ امیر کی اطاعت کرو جو تم میں سے یعنی مسلمان ہو۔ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اس کی مزید مصداق ہے کہ اِتَّبِعُوا الْاَمِیْرَ وَلَوْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا

غلط فہمیوں کا ازالہ ایک دو باتیں اور بھی ہیں جو گو ہمارے ترتیب دادہ اغراض و مقاصد میں شامل نہیں مگر اُن سے باہر بھی نہیں جا سکتیں اور بعض غلط فہمیوں کے ازالہ کی خاطر ان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ جب خدائی لشکر تیار ہو رہا ہے خدائی فوج کی بھرتی کھل چکی ہے اور حزب اللہ کی جماعت قائم ہو چکی ہے تو یہ کس قوم کے خلاف ہوگی کس فرقہ کے ساتھ نبرد آزمائی کی جائے گی اور کس مذہب سے اس کا تصادم و تقابل ہونے والا ہے اس کے متعلق صاف لفظوں میں میں اپنا عندیہ ظاہر کئے دیتا ہوں کہ حزب اللہ کی جماعت کسی خاص مذہب، خاص قوم یا خاص فرقہ کے خلاف نہیں بنائی گئی نہ حکومت انگلشیہ کے خلاف نہ ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف نہ یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف نہ پارسیوں اور بدھوں کے خلاف بلکہ سب کو دعوت امن دینے والی سب کے سامنے قابل عمل طریق کار پیش کرنے والی اور سب کو بہترین سیرت اور اعلیٰ کیرکٹر کا سبق سکھلانے والی ہے کیونکہ خدائے حکیم کا کلام کسی خاص وقت یا ملک یا قوم کے لئے مخصوص نہیں ہوا کرتا قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا اے محمدؐ لوگوں کو کہدے کہ میں تم سب کی طرف بلا استثنائے مذہب و ملت و قومیت خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ البتہ اس کا اشتراک عمل صرف اُن لوگوں سے ہو سکتا ہے۔ تعاون و موالات صرف اُن اشخاص سے ہو سکتا ہے۔ دوستانہ مراسم صرف اُن کے ساتھ قائم کئے جا سکتے ہیں جو خدا اور اُس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالف و معاند نہ ہوں اور پھر اس میں بھی کسی قومیت یا مذہب یا فرقہ کی تقیید نہیں مخالفین خواہ کوئی ہوں سگے باپ بھائی بیٹے رشتہ دار بھی اس سے باہر نہیں جا سکتے ؎

جو عہد سے باغ ہو برباد ہو　　خواہ وہ گلچیں ہو یا صیاد ہو

اگر حکومت یا ہمسایہ قومیں ہمارے خدا اور اُس کے حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ادب و احترام نہ بھی کریں تو ہمیں کوئی گلہ نہیں موسیٰ بدین خویش عیسیٰ بدین خویش لیکن جو شئے بحیثیت مسلم اور بحیثیت رکن حزب اللہ ہمیں مشتعل کر سکتی ہے وہ ہمارے خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین اور بے ادبی ہے اور دنیا میں کونسا مذہب ایسا ہے جس کے بانی یا مؤسس کی توہین و تحقیر کی جائے اور اس کے پیروکار

سب کے سب خدا کی اس رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیں فرقہ بندیوں اور فرقہ آرائیوں نے جو تفرق پیدا کر دی ہے اُس کو مٹا کر اس ڈھنگ سے تعمیری کام شروع کیا جائے کہ مسلمانوں کا نظم و نسق پھر قرونِ اولیٰ کا انداز اختیار کرے ان کے عقائد میں جزوی اختلافات خواہ کتنے ہی موجود ہوں مگر اصولی اور متفقہ باتوں میں وہ باہمد گر اشتراک عمل کرنے لگیں اور اگر انہیں کوئی اور مسئلہ باہمی متحد نہیں بنا سکتا تو کم از کم خدائے قدوس و قیوم اور اس کے رسول برحق (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عزت و حرمت پر تو وہ اکٹھے ہو جائیں اور چونکہ حزب اللہ کے شرائط میں سے سب سے پہلی شرط یہی اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کی ہے اس لئے اُمید ہے کہ عملی تنظیم کا جو اقدام حزب اللہ کی طرف سے ہوا ہے وہ نتیجہ خیز ثابت ہوگا و باللہ التوفیق۔

(۳) عملی زندگی۔

(۴) اجتماعی حیات و اتحاد بین المسلمین۔

ان کی مفصل تشریح پہلے ہو چکی ہے۔

(۵) اقتصادی ترقی | حزب اللہ کے ارکان کے لئے یہ لازم ہوگا کہ وہ دینی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیاوی ترقی بھی کریں اور اگر انہیں ایک کامیاب منزل مقصود پر پہنچنا ہے تو اپنے مالی حالات بھی درست کریں اور تجارت زراعت صنعت حرفت میں سے جو کام انہیں مرغوب خاطر ہو اس سے مطلقاً دریغ نہ کریں آج مسلمانوں کے افلاس و عسرت کا جو رونا رویا جا رہا ہے اس کی وجہ ان کے حد سے بڑھے ہوئے اسراف اور فضول خرچی کے علاوہ ان کی بعض ایسے ضروری مشاغل کی طرف سے بے پروائی اور کم توجہی ہے جنہیں اگر وہ اختیار کریں تو پھر ان کی احتیاج تھوڑی مدت میں دور ہو سکتی ہے بالخصوص تجارت تو وہ نعمت اور خدا کا فضل ہے "وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ" کہ جس قوم نے بھی اسے اپنا نصب العین بنا لیا وہی قعرِ گمنامی سے نکل کر بامِ ترقی پر جا پہنچی مَنْ شَاءَ الدُّنْیَا فَلْیَتَجَرْ کہ جو شخص دنیا کا خواہاں ہو اسے تجارت کرنی چاہئے یورپ والوں نے تجارت سے کیا کیا فوائد حاصل کئے۔ کیا ہماری حکمران سلطنت تجارت کی مرہون منت نہیں؟ ہماری ہمسایہ قومیں جو آج زر و جواہر کے ساتھ کھیل رہی ہیں وہ اپنے ساتھ دفینے تھوڑے لائی تھیں۔ بس تجارت کی اکسیر نے انہیں مالا مال بنا دیا ہے۔

امیر کا اتباع ضرور کرو خواہ وہ حبشی غلام کیوں نہ ہو۔

ہماری روزمرہ کی امامت بھی دراصل امارت و مرکزیت کی ایک ادنیٰ سی صورت ہے کہ اس طریق سے اتحادِ عمل اور یکجہتی پیدا ہو جاتی ہے۔ قرونِ اولیٰ میں امارت اور حکومت کا اس حد تک پاس و لحاظ کیا جاتا تھا کہ بے دین اور فاسق و فاجر سلاطین اسلام کے عساکر و افواج میں ایسے ایسے محدثین و مجتہدین شامل ہو کر کفار کے ساتھ لڑائی کرتے تھے جن کا ورع و اتقا علم و فضل آج بطور مثال پیش کیا جاتا ہے کیونکہ امارت سے مقصود حصولِ مرکزیت ہے اور اس کا فائدہ ایک ظالم و فاسق کے وجود سے بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی سات کروڑ ہے۔ دنیا کا کوئی دوسرا ملک ایسا نہیں جس میں فرزندانِ توحید کی اتنی بڑی جماعت موجود ہو مگر صدہا امور و معاملات ہیں جو امارت شرعیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے انجام نہیں دیئے جا سکتے۔ امارت نہ ہونے کی وجہ سے بیت المال بھی نہیں بن سکا۔ محض بیت المال نہ ہونیکی وجہ سے صدقات و خیرات کی رقمیں برباد ہو رہی ہیں جنہیں اگر یکجا کر لیا جائے تو صدہا اسلامی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔ ان ساری خرابیوں کے دور کرنیکا ذریعہ وہی امارت اور مرکزیت کا قیام ہے۔

ہماری جماعت نے تو اس فقیر کو اپنا امیر تسلیم کر لیا ہے اور اگر اس تجویز شدہ امارت کا کوئی مفید مطلب نتیجہ نکلا اور ہماری جماعت کی مرکزیت سے جو توقعات وابستہ ہو رہی ہیں وہ پوری ہو گئیں تو امید ہے کہ پھر ہندوستان کے مسلمان خصوصیت کے ساتھ اس اہم ترین معاملہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) تنظیم مسلمین | حزب اللہ کے اغراض میں مسلمانوں کی تنظیم ایک خاص درجہ رکھتی ہے اور امارت و مرکزیت کے بعد دوسرا درجہ تنظیم کو حاصل ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی پراگندہ اور منتشر قوتوں کو اس طریق سے یکجا کر لیا جائے ان کے درمیان اس قسم کا اتحادِ عمل پیدا ہو جائے اور وہ سب کے سب قانونِ الٰہی کی اس حد تک پابندی کرنے لگیں کہ ان کی وحدت کار سے وحدتِ اسلامی کا صحیح نمونہ نظر آنے لگے وہ قوم جس کے افراد ایک سلک میں منسلک اور ایک لڑی میں پروئے ہوئے تھے آج تسبیح شکستہ کے دانوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں ان کو پھر اکٹھا کر کے ایک حبل المتین سے جکڑ دیا جائے اور

معروف ہیں اس کے باوجود تباہ حال ہو رہے ہیں اقوام عالم کی منڈی میں انکی ساکھ گر چکی ہے اور اُن کے لاکھوں ہم مذہب نان شبینہ کے محتاج نظر آتے ہیں۔ آپ اس کی ہزار تاویلیں کریں مگر اصلی علت اور حقیقی وجہ صرف ایک ہے کہ اُن کے معاشرتی معاملات پرلے درجہ کے خراب ہو چکے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر ان کی فضول خرچی، غتہ اور منگنی پر ان کا اسراف، میت پر ان کی بے معنی اور بے حقیقت خیرات مقدمہ بازی سے ان کا طبعی لگاؤ یہی وہ لعنتیں ہیں جو ہماری قوم کو گھن کی طرح کھائے جاتی ہیں اور چکی کی طرح پیس رہی ہیں اس لئے حزب اللہ کے ارکان کے لئے یہ پابندی لازم کر دی گئی ہے کہ وہ شادی اس طریق سے کیا کریں جس طرح کہ شریعت کا حکم ہے تمام مروجہ رسوم گانا بجانا۔ ڈھول تماشا گاؤں کی روٹی فضول نمائش کفریات و شرکیات کو ترک کر کے صرف اسلامی طریق پر نکاح کیا کریں اور یہ بدعات و رسوم جو حقیقتہً ہمسایہ قوم سے ہم نے اخذ کر کے اپنے رواجات میں شامل کر لی ہیں یکقلم ترک کر دیں۔ میت پر خیرات بھی اسی حد تک ہونی چاہیئے جتنی کہ وسعت ہو۔ بالخصوص برادری کی روٹی اور سارے گاؤں میں خیرات کرنی بالکل ترک کر دیں۔ اسقاط کا حیلہ بھی مناسب طریق پر ہو اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق یہ بھی اس لئے کہ کہیں مساجد کے امام بدل ہو کر بھاگ نہ جائیں ورنہ ہماری شادی اور غمی کی تقاریب و مواقع پر وہی کچھ ہونا چاہیئے جو قرونِ اولیٰ میں ہوا کرتا تھا۔ بہرکیف دوسروں کے تو ہم ذمہ وار نہیں کم از کم حزب اللہ کا کوئی رکن اگر اس قسم کی رسوم و بدعات کو ترک نہیں کریگا تو اُسے رکنیت سے خارج کر دیا جائیگا۔

باقی ضروریات میں بھی حزب اللہ کے ارکان کے لئے یہ لازم ہوگا کہ وہ میانہ روی اور اعتدال پسندی کے ساتھ چلا کریں۔ اپنی چادر کا اندازہ لگا کر پاؤں پھیلایا کریں۔ اپنے پسماندگان کے لئے بھی کچھ نہ کچھ پس انداز کیا کریں اور اپنے اخراجات میں اِس حکم خداوندی کو مدِ نظر رکھیں کہ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (بنی اسرائیل) نہ اپنے ہاتھ کو بالکل ہی گردن کی طرف باندھ کر رکھو اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ پھر ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ رہو بلکہ میانہ روی اختیار کرو وَخَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا۔

یاد رکھو نماز کی لذت، روزہ کا لطف، زکوٰۃ کا ثواب، حج کی توفیق جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ جیب میں پیسہ ہو ورنہ ؎

پراگندہ روزی پراگندہ دل　　خداوند نعمت بحق مشتغل

والا معاملہ ہوتا ہے اور

"شب چو عقد نماز بربندم"

جب ایک مفلس نماز پڑھنے لگتا ہے تو رہ رہ کر اسے یہی خیال ستانے لگتا ہے کہ

"چہ خورد بامداد فرزندم"

موجودہ زمانہ میں زراعت بھی کوئی بری نہیں بالخصوص جبکہ آسمان بخیل نہ ہو یا نہری علاقوں میں کی جائے لیکن صنعت و حرفت والے تو آج نہایت آسودہ حال ہو رہے ہیں، اور کارخانوں کے مالک اور سرمایہ دار اتنے مطمئن نظر آتے ہیں، جتنا ایک محنت کر کے روزی کمانے والا مزدور اور لطف یہ کہ ظاہری آسودگی کے علاوہ ان لوگوں کو ایک دینی لقب بھی مل چکا ہے کہ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ کسب کر کے اپنے قوت بازو سے روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوا کرتا ہے۔ غرض مسلمانوں کے لئے بالعموم اور حزب اللہ میں شامل ہونے والوں کے لئے بالخصوص یہ لازم ہے کہ وہ آرام طلبی کو بالائے طاق رکھ کر محنت و مشقت کے خوگر بنیں اور اس کارگاہ عالم میں وہ اپنے فرائض کو نہایت دیانتداری اور سرگرمی سے انجام دیں تاکہ ایک طرف ان کی بدعملی اور بدنظمی کا قلع قمع ہو سکے تو دوسری طرف ان کا افلاس و احتیاج دور ہو جائے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(۶) معاشرتی اصلاح　حزب اللہ کے مقاصد میں اصلاح رسوم و بدعات مروجہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے اور جب تک ہماری قوم ان خاندانی بندھنوں سے اپنے آپ کو آزاد نہ کر لے گی جبتک وہ اپنے رسوم و رواجات خالص اسلامی طریق کے مطابق نہ کر لے گی یعنی جبتک اس کی ضروریات محدود اور اس کے اخراجات اس کی آمدنی سے کم نہ ہو جائیں گے تب تک اس کی نجات و بہبود کے لئے کوئی اور شئے کارآمد نہیں ہوگی اور تب تک افلاس و ناداری کا دیو اس کی شہ رگ کو نہیں چھوڑیگا۔

مسلمان محنت مزدوری اور کھیتی باڑی بھی کرتے اور کم و بیش تجارت میں بھی

ایک ایسی درسگاہ کا افتتاح ہونے والا ہے جو مسلمانوں کی دینی اور دنیوی ضروریات کے مطابق ہوگی اور جس کا نصاب تعلیم ہر حیثیت سے جامع ہوگا وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔

(۸) دعوت و تبلیغ | قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کا ہر ایک فرد بجائے خود ایک مبلغ اور واعظ ہوا کرتا تھا اور ان کی پاکیزہ سیرت اور دعوت وارشاد کا یہ ایک عملی ثبوت ہے کہ آج دنیا کی چالیس کروڑ آبادی ایک خدا کی پرستار اور ایک رسول برحق کی جان نثار موجود ہے مبلغین اسلام کے قدوم میمنت لزوم کے طفیل ہی آج مادر ہند سات کروڑ فرزندانِ توحید کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے اور یہ داعیانِ اسلام ہی تھے جنہوں نے چین اور جاوا، سماٹرا اور فلپائن تک مشرق بعید کے حصوں میں اسلامی آبادیاں قائم کردیں۔ آج بھی ہزاروں مبلغین دین اور سینکڑوں واعظین اسلام نظر آتے ہیں مگر عملی زندگی نہ رکھنے کی وجہ سے ان کی تبلیغ بیکار محض اور لاحاصل ثابت ہو چکی ہے جب ایک شخص کا قول وفعل مطابق ہو جائے تو پھر اس کی کوئی بات ایسی نہیں ہو سکتی جو سامعین کے دلنشین نہ ہو ؎

زباں کو اپنے ملاؤ دل سے ملاؤ دل کو زباں سے اپنے
تو دیکھ لینا کہ پُر اثر ہے زباں سے جو کچھ نکل رہا ہے

ہم حزب اللہ کے ہر رکن کو اسلام کا عملی مبلغ بنانا چاہتے ہیں اور ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ایک جاہل اور عامی آجکل کے بعض بے علم پیشہ ور واعظوں کی طرح وعظ کہتا پھرے بلکہ اپنی اپنی قابلیت اور علمیت کے مطابق وہ دعوت و تبلیغ کیا کریں۔ ایک عالم رکن اس امر کا مجاز ہے کہ وہ برسر منبر جلوہ گر ہو لیکن ایک اَن پڑھ کی تبلیغ یہی ہوگی کہ وہ خود اسلام کا صحیح نمونہ بن کر اپنے افعال سے خاموش تبلیغ کا فرض ادا کرے جو مقابلۃً بے حد نتیجہ خیز اور موثر ہوا کرتی ہے یا یہ کہ جہاں تک اس کا مبلغ علم ہو اپنے حلقہ اثر میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا رہے بالخصوص اپنی جماعت کے اغراض ومقاصد اور شرائط وقواعد کی تشہیر اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو جماعت میں شمول کی ترغیب اس کے ذمہ لازم ہوگی۔

(۹) بیت المال اور جمع زکوٰۃ وصدقات | اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانہ میں عامۃ المسلمین اُن

(۷) ترغیب تعلیم | انسانی ترقی کے لئے جو شئے سب سے زیادہ اہم و اقدم ہے وہ تعلیم اور حصول علم ہے اور علم کے سوا انسان اور دوسرے حیوانات میں اور مابہ الامتیاز ہی کیا ہو سکتا ہے دنیا کا کوئی ملک اور کوئی مذہب ایسا نہیں جو علم کی فضیلت اور بزرگی کا قائل نہ ہو حتےٰ کہ لامذہب اور ملحد بھی ضرورت علم سے انکار نہیں کر سکتے۔ اسلام میں تو علم کو وہ درجہ حاصل ہے جو شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ہو قرآن حکیم اور احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم علم کے فضائل و مناقب سے بھرے پڑے ہیں هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ کہ کیا اصحاب علم و فضل اور جہال برابر ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ علمائے کرام کو عند اللہ خاص مدارج نصیب ہیں۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ خدا کی خشیت حقیقی معنوں میں اس کے ان بندوں کے دلوں میں ہوا کرتی ہے جو صاحب علم ہوں احادیث نبوی کے مطابق طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ علم کا حاصل کرنا ہر ایک مسلمان مرد اور عورت کا فرض ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّينِ علم کی تلاش میں اگر تمہیں جیسے دور دراز ملک میں جانا پڑے تو بھی دریغ نہ کرو۔

ان ارشادات و احکام کی تعمیل میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے وہ علمی کمالات حاصل کئے کہ آج یورپ باوجود اس حد تک ترقی یافتہ ہونے کے انہیں دیکھ دیکھ کر انگشت بدنداں اور محو حیرت ہو رہا ہے اور موجودہ زمانے کے مسلمانوں کے تنزل و انحطاط کے اسباب میں یہ لاعلمی و جہالت ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔ بالخصوص علوم دینی سے غفلت و بے پروائی کے نتائج بہت ہی ناخوشگوار ہیں۔ کم از کم پچاس فیصدی مسلمان مجذوبوں، بے دینوں، بھنگ پینے والوں، شراب نوشوں اور تصوف کو بدنام کرنیوالوں کے معتقد بنے ہوئے ہیں اور محض جہالت کی وجہ سے اگر انہیں تعلیم دیدی جائے تو وہ ان کے دام تزویر سے بچ سکتے ہیں۔

حزب اللہ کے ارکان کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اپنی اولاد کو زیور علم سے آراستہ کریں اور اگر سر دست دینی مکاتب و مدارس موجود نہیں تو ان کے قیام تک وہ مروجہ تعلیم سے ہی استفادہ کر لیں کیونکہ بالکل بے علم رہنے کے بجائے کچھ نہ کچھ حرف شناس ہو جانا بہر حال اچھا ہے لیکن بچوں کو اسلامی فرائض و واجبات و سنن و مستحبات سے واقف کرنا بھی نہایت ضروری ہے اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق رفیق حال ہوئی تو عنقریب

رقمیں جمع ہوں بعد ازاں انہیں حسب ضرورت صرف کیا جائے۔ حزب اللہ کے اغراض میں بیت المال اسلامی کا قیام خاص اہمیت رکھتا ہے لیکن اس کا آغاز فی الفور نہیں ہو سکتا بلکہ اس وقت تک کا انتظار ضروری ہے کہ حزب اللہ کی تائیں ابتدائی مراحل سے نکل جائے۔ مجوزہ درسگاہ کا انحصار بھی قیام بیت المال پر ہی منحصر ہے وَکُلُّ اَمْرٍ مَوْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا۔

(۱۰) مجالس منتظمہ حزب اللہ اور انکے فرائض

حزب اللہ کی کامیابی کا راز مجالس منتظمہ (پنچائتوں) کے قیام و استحکام میں مضمر ہے اور ارکان جماعت کی تنظیم ہو ہی نہیں سکتی جبتک کہ انہیں کسی خاص نظام کے ماتحت نہ کر دیا جائے۔ یہ مسلمانوں کی انتہائی بدقسمتی ہے کہ جہاں بھنگیوں اور چماروں کی پنچائتیں موجود ہیں، جہاں یہ اچھوت قومیں آپس کے معاملات اور مقدمات عدالت میں لیجانے بغیر اپنی پنچائتوں کے ذریعہ سے فیصلے کر لیتی ہیں وہاں ہماری قوم ہے وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اگر تمہارا باہمی کوئی تنازعہ یا جھگڑا ہو جائے تو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا کرو اور قرآن و حدیث کے احکام کے مطابق ان کا فیصلہ کیا کرو" کا فرمان بلاتھا بلکہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النساء) تمہارے رب کی قسم وہ ایمان والے ہو ہی نہیں سکتے جبتک کہ اے محمد تمہیں اپنے تنازعات کا حکم اور فیصل نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم صادر کر دو (خواہ ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) اس کے متعلق اپنے وجودوں میں ناراضگی کے جذبات محسوس نہ کریں اور بخوشی خاطر تسلیم کر لیں" کے ارشاد سے تو اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ثالث نہ بنانے والا ایمان سے ہی خارج ہے۔ آج قوم ذرا ذرا سے جھگڑوں اور معمولی رنجشوں پر عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہے اور اس کی آمدنی کا ایک حصہ اگر اس کی حد سے بڑھی ہوئی معاشرتی فضول خرچیوں سے بچ بھی جائے تو وہ مقدمہ بازی کی نذر ہو رہا ہے۔

مجالس منتظمہ کے شرائط

حزب اللہ کے پیش نظر چونکہ مسلمانوں کی معاشرتی اور تمدنی اصلاح ہے اس لئے مقاصد مین مجالس منتظمہ (پنچائتوں) کا قیام حسب ذیل شرائط پر

تحریکات میں بہت کم دلچسپی لیا کرتے ہیں جن میں مالی سوال پیدا ہو جائے اور ایک حد تک وہ حق بجانب بھی ہیں اس لئے کہ بعض خائنوں کی بدترین مثالیں سامنے موجود ہیں جنہوں نے ایسی رقمیں جو مسلمانوں جیسی مفلس و نادار قوم نے بڑی محنت و مشقت سے جمع کی تھیں شیر مادر کی طرح ہضم کر لیں لیکن بایں ہمہ دنیا میں کوئی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جبتک سب سے پہلے اس کی مالی مشکلات حل نہ ہو جائیں اگر ایک طرف خیانت اور دوسری طرف بے اعتباری کا موجودہ سلسلہ قائم رہا تو پھر مسلمانوں کا خدا حافظ ہے۔ عام چندہ جس طرح وصول کیا جاتا ہے ہم اس سے شدید اختلاف رکھتے ہیں مسلمانوں سے ایک فروگذاشت ایسی ہو رہی ہے کہ اگر اسے کسی نظام کے ماتحت لاکر پورا کر دیا جائے تو پھر ہماری قوم کی غربت و احتیاج یقیناً دور ہو سکتی ہے اور یہی وہ اکسیر اور کیمیا تھی کہ جب تک مسلمانوں کے پاس موجود رہی وہ بھوک اور ذلت کی لعنت سے محفوظ رہے اور جس دن سے ان کا دامن اس جنس گرانمایہ سے خالی ہو گیا اُن کے کثیر التعداد افراد نان شبینہ کے محتاج بن گئے۔ ہمارا مقصد بیت المال اسلامی سے ہے جس کے لئے کسی علیحدہ چندہ کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بلکہ صاحب نصاب مسلمانوں سے ان کی زکوٰتیں عشر اور دیگر صدقات وصول کر کے ایک جگہ جمع کر لئے جاتے ہیں اور بعد ازاں مصارف منصوصہ کے مطابق حسب صوابدید امیر و مجلس شوریٰ خرچ کئے جاتے ہیں مثلاً فقرا، مساکین، عاملین، مؤلفۃ القلوب (نو مسلم) مجاہدین وغیرہ جن میں بیوہ عورتیں اور مسلمانوں کے یتیم بچے بھی آجاتے ہیں۔ اس معاملہ کا اہتمام اللہ تعالیٰ کو اس حد تک منظور تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ملتا ہے کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ (توبہ) آپ مسلمانوں کے مال و املاک میں سے صدقات وصول کر کے انہیں ان کے اصلی اور جائز مصارف پر خرچ کیا کریں تاکہ وہ ان کو پاک کر دیں اور ان کا تزکیہ ہو جائے۔ فی زمانہ مسلمان زکوٰۃ تو کم و بیش دے ہی دیتے ہیں مگر عشر جو زکوٰۃ کی طرح فرض ہے بالکل متروک ہو چکا ہے یا اگر بعض لوگ اپنی زمین کی پیداوار سے عشر نکالتے بھی ہیں تو اس کا مصرف بالکل غلط ہوا کرتا ہے۔ صدقات و زکوٰۃ کو صحیح طریق پر صرف کرنے اور اس سے فلاح و بہبود ملت کا صحیح کام لینے کی صورت یہی ہے کہ ایک بیت المال قائم کیا جائے جس میں تمام

(ج) تمام گاؤں یا قصبہ یا شہر کے مسلمان اگر حزب اللہ کے ارکان نہ بھی ہوں یا کثیر تعداد میں ہوں یا قلیل ہیں ارکان مجلس انتظامیہ کو لازماً حزب اللہ میں شامل ہونا پڑیگا ورنہ ان کی مجلس مجلس منتظمہ حزب اللہ نہیں ہوگی۔

مجالس منتظمہ کے فرائض مجالس منتظمہ حزب اللہ کے فرائض حسب ذیل ہوں گے :-

(۱) اگر مجلس منتظمہ کا تعلق صرف ارکان حزب اللہ سے ہے تو اُن کا اور اگر تمام گاؤں، قصبہ یا شہر سے ہے تو اُن کے مسلم باشندوں کا احتساب اور نگرانی کہ وہ کہاں تک اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آیا نمازیں کوتاہی تو نہیں کرتے، رمضان شریف کی بے حرمتی تو نہیں کرتے، اہل نصاب ہونیکی صورت میں فریضۂ زکوٰۃ کے تارک تو نہیں، رسوم و بدعات کو ترک کر دینے کا وعدہ کر کے پھر اُن کی طرف میلان تو نہیں رکھتے اور اگر کوئی شخص کسی ترغیب شیطانی میں آکر اس قسم کی غلطیوں کا ارتکاب کرنے لگے تو ہر رکن مجلس منتظمہ کا فرض ہوگا کہ وہ انفرادی یا اجتماعی طریق سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ اور ضرورتاً مذہبی دباؤ ڈال کر انہیں اس قسم کی نامشروع حرکات سے منع کریں۔

(۲) اگر ارکان حزب اللہ کا آپس میں جھگڑا ہو جائے یا دوسری صورت میں گاؤں وغیرہ کے مسلمان لڑ پڑیں تو مدعیوں اور مدعا علیہم کا فرض ہوگا کہ وہ عدالت میں جانے کے بجائے مجلس منتظمہ (پنچائت) کے ذریعہ سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرائیں اور جو فیصلہ نیک نیتی سے ارکان مجلس صادر کر دیں اُس میں فریقین کو مجال چون وچرا نہ ہو۔

(۳) ہر مجلس منتظمہ کا اجلاس ہر پندرہ دن کے بعد ہوا کرے جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے وہاں ایک جمعہ چھوڑ کر دوسرے جمعہ کو مسجد جامع میں اور جہاں نہیں پڑھا جاتا وہاں ہر چاند کی پہلی اور پندرھویں تاریخ کو کسی ایسی جگہ جہاں سب کو اکٹھا ہونے میں تامل نہ ہو اجلاس منعقد ہونے چاہئیں۔ اور انہیں مقررہ تاریخوں پر استغاثے بھی پیش ہوا کریں لیکن اگر کوئی خاص فساد یا شرارت پیدا ہو جائے یا کوئی ایسا سنگین معاملہ نکل آئے تو ناظم (سیکرٹری) کا فرض ہوگا کہ وہ صدر (پریزیڈنٹ) کی منظوری سے ایک خاص اجلاس طلب کرلے۔

(۴) چونکہ ہر ایک علاقہ بلکہ ہر ایک گاؤں کے رسم و رواج الگ الگ ہوا کرتے ہیں

لازم قرار دیا گیا ہے :-

(۱) مجالس منتظمہ وہاں قائم ہو سکیں گی جہاں ارکان کی تعداد پچاس یا پچاس سے زائد ہو جائے گی۔

(۲) اگر قریب قریب کے دو تین مواضع کے ارکان کو ملا کر اُن کی تعداد پچاس ہو جائیگی تو وہاں بھی مجلس منتظمہ قائم ہو سکیگی۔

(۳) مجالس منتظمہ کے ارکان انتخاب کے ذریعہ سے لئے جائیں گے۔

(۴) ارکان حزب اللہ کی تعداد کے مطابق مجالس منتظمہ کے ارکان کی تعداد مقرر ہوگی اس طریق سے کہ دس ارکان کے پیچھے ایک رکن مجلس منتخب ہو سکے گا۔ اس طرح جہاں ارکان حزب اللہ پچاس ہونگے وہاں ارکان مجلس منتظمہ کی تعداد پانچ ہوگی۔ جہاں ساٹھ ہونگے وہاں چھ۔ جہاں ایک سو ہونگے وہاں دس لیکن جہاں ایک سو سے زائد ہونگے وہاں یہ تناسب قائم نہ رہیگا بلکہ پھر بیس ممبروں کے پیچھے ایک رکن مجلس انتظامیہ منتخب ہو سکے گا۔

(۵) ہر مجلس کا ایک صدر (پریزیڈنٹ) اور ایک ناظم (سیکرٹری) ہوا کریگا۔ جنہیں ارکان مجلس انتظامیہ کثرت رائے سے منتخب کرینگے۔ اسی طرح ایک ایک نائب صدر اور نائب ناظم بھی ہونگے تاکہ بوقت ضرورت وہ صدارت اور نظامت کے فرائض انجام دے سکیں۔

(۶) مجالس منتظمہ صرف حزب اللہ کے ممبروں کے تنازعات فیصلہ کرنیکی غرض سے بنائی جائیں گی لیکن جس گاؤں، قصبہ یا شہر کے لوگ سارے گاؤں، قصبہ یا شہر کیلئے مجلس منتظمہ (پنچائت) قائم کرانے کے خواہشمند ہونگے اُس کے اصول حسب ذیل ہونگے۔

(الف) گاؤں، قصبہ یا شہر کی مسلم آبادی کے لحاظ سے ارکان مجلس منتظمہ کی تعداد مقرر ہوگی یعنی اگر ایک قصبہ کے مسلمانوں کی تعداد پانچ ہزار ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہاں دس اور ایک کے تناسب سے تین سو ممبر ہوں بلکہ اس امر کا خیال رکھتے ہوئے کہ ہر ایک محلہ اور ہر ایک قوم کا نمائندہ مجلس میں موجود ہو ایک مناسب تعداد رکھ لی جائیگی جو کسی حالت میں بیس سے زائد نہ ہوگی۔

(ب) اُن کے انتخاب کا طریقہ وہی ہوگا جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

شرائط و قواعد حزب اللہ

اب ہم وہ شرائط پیش کرنا چاہتے ہیں اور وہ قواعد سامنے لاتے ہیں جنکی پابندی ہر اُس شخص کے لئے لازمی و ضروری ہے جو حزب اللہ میں داخل ہو چکا ہو یا داخل ہونا چاہے اور ان قواعد و ضوابط میں سے اگر ایک کی تعمیل میں بھی کوئی رُکن کوتاہی کرے گا یا غفلت سے کام لے گا تو نہ صرف یہ کہ اس کا نام حزب اللہ کے دفتر سے خارج کر دیا جائے گا بلکہ اُسے ایک ایسی سخت اخلاقی سزا دی جائیگی جس کا اثر ظاہری سزاؤں سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر ہوگا مثلاً کسی ایسے موقع پر جبکہ حزب اللہ کا اجلاس ہو رہا ہو اور ارکان کی کافی تعداد موجود ہو اُس وقت اعلان کیا جائیگا کہ فلاں شخص کو مقررہ شرائط کی خلاف ورزی کی بنا پر جماعت سے خارج کیا جاتا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے یہ بڑی سے بڑی سزا ہے جو کسی شخص کے لئے تجویز ہو سکتی ہے وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ کہ سچائی کے بعد سوائے گمراہی اور ضلالت کے اور کیا ہے؟

شرطوں اور قاعدوں کے مقرر کرنے میں ہم نے اس امر کا خاص خیال رکھا ہے کہ کوئی ایسی شرط یا قاعدہ نہ بنایا جائے جو مسلمانوں کے کسی فرقہ یا طبقہ کے نزدیک مختلف فیہ ہو کیونکہ پہلے ہی ان اختلافات اور فرقہ بندیوں نے ہماری قوم کا ستیاناس کر رکھا ہے اِس لئے ہم نے قرآن کریم کی صرف تین آیتیں متفرق مقامات سے لے لی ہیں اور ان کے مجموعہ کا نام حزب اللہ رکھ دیا ہے جن میں وہ آیت بھی شامل ہے جو قرآن حکیم میں حزب اللہ کی شناخت اور امتیاز کی غرض سے نازل ہو چکی ہے اور وہی ہمارے مجوزہ حزب اللہ کی اساس کار ہے۔ حزب اللہ میں ہر وہ کلمہ گو مسلمان شامل ہو سکتا ہے جسے مقررہ اغراض و مقاصد سے اتفاق ہو اور جو پیش کردہ شرائط و قواعد کی پابندی کرنے پر آمادہ ہو اس میں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں البتہ یہ ضروری ہوگا کہ کوئی رُکن اپنے مخصوص عقائد یا اختلافات کا اظہار اس طریق پر نہ کرے کہ دوسروں کی دل آزاری ہو۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی رواداری

اس لئے ارکان مجلس انتظامیہ دو امور ملحوظ رکھکر وہاں کے حالات کے مطابق شادی بیاہ اور ماتم کے موقعوں کے لئے ایک بہترین دستور العمل تجویز کر سکتے ہیں۔

(الف) کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہونے پائے۔

(ب) اسراف اور فضول خرچی سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔

(۵) ہر مجلس منتظمہ کا ناظم (سیکرٹری) ہر اجلاس کی مختصر روئداد ایک کتاب (رجسٹر) پر درج کرتا رہے مرکز کی طرف سے اس کا وقتاً فوقتاً معائنہ ہوا کریگا۔

(۶) مجلس منتظمہ کے باقاعدہ اجلاس کے لئے ضروری ہوگا کہ ارکان کی کم از کم نصف تعداد موجود ہو اور فیصلہ کثرت رائے پر ہوا کرے گا۔

(۷) اگر کسی شخص کو مجلس منتظمہ کا کوئی فیصلہ مطمئن نہ کر سکے تو وہ امیر جماعت کے پاس مرافعہ (اپیل) دائر کر سکتا ہے لیکن اس سلسلے میں امیر کی طرف سے از سر نو تحقیقات اور سماعت مقدمہ اس وقت شروع ہوگی جبکہ امیر کو قرائن سے یقین ہو جائے گا کہ مجلس منتظمہ کا فیصلہ صحیح نہیں تھا۔

(۸) اگر اس امر کا ثبوت مل گیا کہ مجلس انتظامیہ کا کوئی رکن دیانتداری سے کام نہیں کرتا تو اس کو امیر جماعت اپنے خاص حکم سے علیحدہ کر دے گا اور اس کی جگہ ارکان یا باشندے دوسرا رکن منتخب کر لیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس صدر (پریزیڈنٹ) اور ناظم (سیکرٹری) بھی اس زد میں آسکیں گے۔

(۹) پچیس سال سے کم عمر کا کوئی شخص مجلس منتظمہ کا رکن منتخب نہیں ہو سکے گا۔

(۱۰) مجالس منتظمہ کی سٹیشنری (قلم دوات کاغذ) وغیرہ پر جو خرچ آئے گا اس کا ذمہ دار مرکز ہوگا۔ مجالس کا فرض ہوگا کہ وہ چندہ وغیرہ کی تمام رقمیں مرکز میں داخل کریں۔

وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امیر جماعت کے جتنے احکام وارشادات ہیں اور ہوں گے ان کی اطاعت وفرمانبرداری میرے لئے لازم ہوگی اور امیر کے ہر حکم کی تعمیل میرے ذمہ واجب ہوگی جبتک اس کے نافذ کردہ احکام خدا اور اُس کے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے مطابقت رکھنے والے ہوں لیکن اگر وہ کوئی ایسا حکم دے جو صریح طور پر قرآن اور حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو پھر اس کی فرمانبرداری میرے ذمہ لازم نہ ہوگی (گویا امیر کی حکمبرداری خدائے قدیر اور اُس کے پیغمبر صادق (روحی فداہ) کے احکام کے ساتھ مشروط ہوگی)

حلف وفاداری کا تعلق اعتقاد واذعان سے ہے فوجی سپاہیوں کا کام بھی صرف قسم اُٹھا لینے پر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اُنہیں قواعد اور پریڈ کرنی پڑتی ہے۔ چاند ماری کی مشق کیا کرتے ہیں اور دشمن سے مقابلہ کے لئے ہر وقت مستعد رہا کرتے ہیں۔ اسی طرح حزب اللہ میں شامل ہونے والے سپاہی اور لشکری صرف حلف وفاداری لیکر اپنے فرائض متعلقہ سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ یہانتک تو اُن کے اعتقادات کی اصلاح ہوچکی اس کے بعد یہ سوال سامنے آتا ہے کہ وہ اس جماعت میں شامل اور اس فوج میں بھرتی ہوکر قواعد اور پریڈ کس قسم کی کیا کریں اور چاند ماری کی مشق کس طریق سے ہو۔ اس کے متعلق بہترین دستور العمل اُن کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس پر پورے طور سے عامل ہونیکی صورت میں اُن کے پشتینی دشمنوں یعنی نفس وشیطان کو جرأت ہی نہ ہوگی کہ اُن پر حملہ آور ہوسکیں کیونکہ وہ ایسے اسلحہ سے مسلح ہوجائیں گے اور اُن میں اتنی زبردست قوت مدافعت پیدا ہوجائیگی کہ دشمن کو اُن کی طرف نظر بد سے دیکھنے کی مجال ہی نہ ہوگی یہ دستور العمل بھی قرآن حکیم کی ایک آیت سے ماخوذ ہے۔

دستور العمل ارکان حزب اللہ

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبۃ)

(۱) اَلتَّآئِبُوْنَ | سب سے پہلے بصدق دل گذشتہ بداعمالیوں سے تائب ہوں اور

سے پیش آئیں اور حتی الامکان اختلافی مسائل پر بحث نہ کریں بلکہ اتفاقی مسائل پر تعاون و تناصر کو اصل کار سمجھیں۔ اگر اختلافی مسائل کے متعلق کبھی گفتگو چھیڑیں بھی تو قرآن حکیم کی اس آیت کو ہر لحظہ پیش نظر رکھیں کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ خدا کے راستہ کی طرف لوگوں کو حکمت عملی سے دعوت دیا کرو اور میٹھی میٹھی باتیں سنایا کرو اور اگر اختلاف رائے پیدا ہو جائے تو بھی ایسے طریق سے جھگڑا ہو جو کہ بہترین کہلا سکے۔

اب شرائط و قواعد ملاحظہ ہوں۔

حلف وفاداری | جو لوگ فوجی طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ رنگروٹ بھرتی ہونے کے بعد ایک عام قاعدہ کے مطابق اُن سے حلف وفاداری لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کے فرمانبردار رہیں گے جو بادشاہ کا دوست ہوگا وہ ان کا دوست ہوگا جو بادشاہ کا دشمن ہوگا وہ ان کا دشمن ہوگا اور یہ کہ انہیں جہاں کہیں اور جس کے مقابلہ میں بھیجا جائیگا انہیں جانے اور شریک کارزار ہونے میں کوئی عذر و تامل نہ ہوگا حزب اللہ بھی چونکہ خدا کی فوج اور خدا کا لشکر ہے اس لئے اس میں بھرتی ہونے والوں کو بھی حلف وفاداری لینا پڑیگا جو دو حصوں پر مشتمل ہے اور آیات قرآنی سے ماخوذ ہے:۔

(الف) لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ (سورہ مجادلہ)

میں فلاں بن فلاں جس کا خدائے قدوس و قیوم کی ذات اور یوم آخرت پر ایمان ہے اس امر کا سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جو لوگ خدائے واحد اور اُس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالف و معاند ہیں اُن سے کبھی دوستانہ تعلقات اور محبت آمیز مراسم نہ رکھوں گا بلا کسی استثنا کے خواہ وہ میرا باپ ہو یا میرے بیٹے ہوں، میرے بھائی ہوں یا قریبی رشتہ دار ہوں۔

(ب) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (سورہ النساء)

میں خلوص نیت سے اس امر کا بھی معترف ہوں کہ اللہ تعالیٰ، اُس کے سچے نبی

(قرآن حکیم) میں جو حدود مقرر فرمائے ہیں اور جن کا تعلق انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے ہے اُن سب کی پابندی اور حفاظت کریں اُن میں سے بعض عبادات سے متعلق ہیں بعض معاملات سے بعض وراثت پر مشتمل ہیں اور بعض حقوق رشتہ داری پر۔ اگر ارکان حزب اللہ کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تنازعہ یا جھگڑا ہو جائے تو اُسے بغرض فیصل اپنے مقررہ امیر کے پاس لیجایا کریں یا اگر وہ کسی مجلس منتظمہ سے وابستہ ہو چکے ہوں تو اُس کے ارکان کے سامنے پیش کر دیں اور جو لوگ ابھی تک حزب اللہ میں شامل نہ ہوئے ہوں اُنہیں بھی اِس قسم کے مناقشات کا باہمی فیصلہ کر لینے کی ترغیب دیتے رہیں۔

زرِ رکنیت ہر رکن حزب اللہ کو ایک روپیہ سالانہ رکنیت کی فیس کے طور پر ادا کرنا پڑیگا اس رقم سے جماعت کے اغراض و مقاصد کی نشر و اشاعت کا کام لیا جائے گا مثلاً خط و کتابت، تنخواہ ملازمین، اشتہارات و ہدایات، ٹریکٹ، رسالے وغیرہ۔ اِس مد کی آمدنی اور خرچ کا مفصل حساب ہر سالانہ اجتماع کے موقع پر عام مجلس میں پیش ہوتا رہیگا۔ جو رکن تاریخ داخلہ یا انقضائے میعاد سے ایک ماہ بعد تک رکنیت کی فیس ادا نہیں کریگا اُس کا نام حزب اللہ کی فہرست سے خارج کر دیا جائیگا۔

تبلیغی شعبہ ہر صاحب علم رکن حزب اللہ جو تبلیغ عامہ کی قابلیت رکھتا ہو بلا کسی تنخواہ کے حزب اللہ کا مبلغ بشرط رضائے امیر ہو سکتا ہے۔ البتہ اُس کے نان و نفقہ کا حزب اللہ ذمہ دار ہوگا۔ سر دست اِس قسم کی ضروریات کی تکمیل زرِ رکنیت کی رقم سے ہوگی اگر مزید مصارف داعی ہوئے تو اس کے متعلق کسی دوسرے جلسہ میں یہ معاملہ زیر بحث لایا جائیگا۔ ہر مبلغ اس امر کی ضمانت دیگا کہ وہ اثنائے تبلیغ میں کسی شخص سے کسی قسم کے چندہ کا کوئی مطالبہ نہیں کریگا۔

مجلس شوریٰ امیر جماعت کو اہم ترین معاملات میں مشورہ دینے کی غرض سے ایک مجلس شوریٰ قائم کی جائے گی جس کے دو تہائی ارکان تمام مجالس منتظمہ کے صدر (پریزیڈنٹ) ہونگے اور ایک تہائی امیر جماعت خود نامزد کرے گا۔ ارکان مجلس شوریٰ کو امیر کی طرف سے بلائے جانے پر حاضر ہونا لازمی اور ضروری ہوگا وہاں بھی ہر امر زیر بحث کا فیصلہ کثرت رائے سے ہوگا۔ مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس کے لئے تمام ارکان میں سے ایک تہائی کی حاضری کافی ہوگی۔

اَلتَّائِبُوْنَ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ کے مطابق اپنا دامن گناہوں کی آلائش سے پاک وصاف کریں آئندہ منہیات شرعیہ اور رسوم وبدعات مروجہ سے اجتناب کرنیکا حتمی وعدہ کریں اور نیک عملی، بہترین اخلاق اور اعلیٰ سیرت کا نمونہ بن کر دکھلائیں تاکہ دوسرے لوگوں کے سامنے بطور مثال پیش ہوسکیں۔

(۲) اَلْعَابِدُوْنَ | فرائض پنجگانہ یعنی اقرار توحید ورسالت۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ پر نہایت التزام اور مضبوطی سے عمل پیرا ہوں۔ نماز۔ روزہ لازماً ادا کریں۔ زکوٰۃ بشرط نصاب اور حج بشرط استطاعت ان کے ذمہ فرض ہوں گے اس کے علاوہ نوافل تہجد پڑھنے کی کوشش کریں تاکہ ان میں بیداریٔ عمل کی ایک جھلک نظر آنے لگے۔

(۳) اَلْحَامِدُوْنَ | بجائے لغو باتوں اور دنیاوی ہفوات میں مصروف رہنے کے وہ خدائے کریم اور اس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی حمد وثنا اور تعریف وتوصیف میں رطب اللساں رہیں اور یاد خدا وذکر رسول (روحی فداہ) کے سوا کسی ذکر میں انکے لئے دلکشی ودلبستگی نہ ہو۔

(۴) اَلسَّائِحُوْنَ | وہ پیغام عمل لے کر دنیا کے ہر حصے اور زمین کے ہر کونے میں پھیل جائیں اور ان کے تمام سفر اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے ہوں یا یہ کہ وہ اپنا رشتہ وتعلق ایک سے قائم کرنے کی خاطر باقی تمام رشتوں اور تعلقات کو خیرباد کہدیں۔

(۵) اَلرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ | وہ اپنا سر نیاز خدائے قدوس کے آستانہ پر جھکادیں اور ان کے دلوں میں اصلی محبت اور حقیقی عزت اللہ تعالیٰ کی ہو اس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی ہو اور مومنین صادقین کی ہو۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

(۶) اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ | امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی اچھی باتوں کی ترغیب دینا اور بری باتوں سے منع کرنا ان کے فرائض ضروریہ میں شامل ہو اور وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں ہمیشہ اس اہم ترین فرض کی بجاآوری میں مصروف رہیں اور جس صورت میں کہ پہلے وہ خود عامل ہونگے ان کی پند ونصیحت زیادہ سودمند ثابت ہوگی۔

(۷) وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ | خدائے قدوس وقیوم نے اپنے مجموعہ آئین وقوانین

آغاز کار اور حوصلہ افزا نتائج

دلیلِ صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
اُفق سے آفتاب اُبھرا گیا دورِ گراں خوابی

موجودہ زمانہ نمائش کا زمانہ ہے تصنع اور بناوٹ کا زمانہ ہے۔ لوگ باتیں بہت بناتے ہیں مگر عمل کر کے دکھانا مشکل ہوا کرتا ہے۔ آج کتنی بڑی بڑی سکیمیں کتنی بڑی بڑی معرکۃ الآرا اور مفید ترین تجاویز اور کتنی قابل عمل اور ملک و ملت کے فائدہ کی قرار دادیں سوچی اور منظور کی جاتی ہیں لیکن جب اُن پر عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو مجوزین و محرکین ٹس سے مس نہیں ہوتے اور سوائے اس کے کہ بڑے بڑے جلسوں اور مجمعوں میں دھواں دھار تقریریں کر دیں اور اپنی طلاقت لسانی اور نادر البیانی کا سامعین سے خراج تحسین وصول کریں اُن میں قوت عمل یکسر مفقود ہوا کرتی ہے اس مصیبت میں قریب قریب ہر قوم گرفتار ہے اُن میں زبانی جمع خرچ کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں مگر کام کرنیوالے بہت تھوڑے نکلیں گے لیکن ہماری مسلم قوم تو اس معاملہ میں بھی سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ ہمارے سالانہ جلسوں میں اگر کوئی ناواقف حال شامل ہو اور مسلمانوں کی لن ترانیوں کو سُن لے تو اُسے یقین ہو جائیگا کہ جیسا احساس کا راور جوش طبیعت اس قوم میں موجود ہے شاید ہی کسی دوسری قوم میں ہو مگر سال کے بعد اگر وہ ان کی سالانہ کارکردگی کا جائزہ لے تو اس کے حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہیگی کہ وہی مقررین جو اثنائے تقریر میں جوش عمل کا ایک نمونہ نظر آتے تھے عملی میدان میں اتنے گریز پا واقع ہوئے ہیں کہ رجعتِ قہقری اور ترقی معکوس میں کوئی اُن کی گرد پا تک نہیں پہنچ سکتا۔ غرض مسلمان جو پیکر عمل مجسمۂ عمل اور از سر تا پا عمل بن کر دنیا میں آئے تھے آج باتیں خوب بناتے ہیں لفاظی میں سب سے آگے ہیں اور تحریر و تقریر میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں مگر کارگاہ عمل میں سب سے آہستہ خرام سب سے پیچھے رہنے والے اور سب سے نکمے اور ناکارہ ثابت ہو چکے ہیں اپنے بھائیوں کا اتباع کرتے ہوئے اگر ہم بھی آپکے

لیکن بعض ضروری معاملات میں جہاں ارکان کے اجتماع کرانے میں کسی مشکل کے پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو امیر ایک فوری فیصلہ صادر کر دے گا جس میں کسی ترمیم و تنسیخ کا اختیار مجلس شوریٰ کو نہ ہوگا اس کے علاوہ امیر کو یہ ایک اختیار خصوصی حاصل ہوگا کہ وہ ایسے حالات میں جبکہ اُس کی رائے میں ارکان مجلس شوریٰ کسی غلط نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں وہ ان کے فیصلوں کو نامنظور کر دے مگر اس قسم کی مداخلت سے حتی الامکان اجتناب کیا جائیگا اور اس کا مقصد سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ ارکان مجلس شوریٰ کے دل میں یہ احساس موجود رہے کہ اگر انہوں نے کسی معاملہ میں ذاتیات کو دخل دیا یا ظاہری تعلقات کا لحاظ کیا تو اُن کا فیصلہ کالعدم ہو سکتا ہے۔

اجلاس ہائے حزب اللہ حزب اللہ کا سالانہ اجتماع ہر عُرس شریف کے موقع پر بمقام جلال پور شریف ہوا کریگا جو جمادی الثانی کی ۵-۶ کو منعقد ہوا کرتا ہے یا بشرط ضرورت دوسری تاریخوں پر جو امیر مقرر کرے اور جس میں تمام ارکان حزب اللہ کا شمول لازمی ہوگا اس کے علاوہ حزب اللہ کے ہر رکن کو دعوت امیر پر لبیک کہتے ہوئے انفرادی یا اجتماعی صورت میں فی الفور تمام ضروری کاموں کو نظر انداز کر کے حاضر ہونا پڑیگا اور جو فرض اس کے ذمہ عائد کیا جائے اُس کی تعمیل کرنی پڑے گی۔

یہ چند شرائط و قواعد جو مقرر کئے گئے ہیں بطور اساس کار و بنیاد عمل کے ہیں اور امیر جماعت اس امر کا مجاز ہے کہ وہ حسب ضرورت مزید قواعد و ضوابط مرتب کر دے جن کا ماخذ کتاب اللہ و کتاب الرسول ہو اور جن کی اطاعت و فرمانبرداری ارکان جماعت کے لئے اس وقت تک لازمی ہوگی جبتک وہ جماعت میں شامل ہیں۔ ارکان کا فرض ہے کہ امیر پر اعتماد کریں اور امیر کا فرض ہے کہ ان کی صحیح رہنمائی کرتا رہے باقی معاملات سب اسی ایک اصول کے تابع ہیں۔

درد سر گر کم ہوا دردِ جگر ہونے لگا

مکمل صحت کی طرف سے قریباً مایوس ہو کر لیکن خدائے کریم کی رحمت پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے بالآخر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب مزید انتظار فضول ہے صحت اگر بحال نہیں ہوتی تو نہ ہو عوارض ملحقہ سے اگر افاقہ نہیں ہوتا تو مضائقہ نہیں اگر ابتلا و آزمائش کا خاتمہ قدرت کو منظور نہیں تو مجال چون و چرا کس کو ہے کم از کم روح کا جسم کے ساتھ تعلق تو قائم ہے قلم میں تحریر اور زبان میں تقریر کی قوت تو موجود ہے گھوڑے پر نہ سہی ٹانگہ پر نہ سہی موٹر اور ریل پر سفر تو ہو سکتا ہے پھر اس سے پہلے کہ میرے جسم اور روح کا رشتہ ٹوٹ جائے اس سے پیشتر کہ دوسرے گمنام لوگوں کی طرح میں بھی گمنامی کے تاریک گوشہ میں جا پڑوں اور اس سے قبل کہ آنے والی نسلیں ہماری بے راہ روی اور غفلت شعاری کا خمیازہ بھگت کر ہمارے حق میں دعائے بد کرتی رہیں یہ مناسب ہوگا کہ نہ کرنے سے کچھ کر کے دکھا دوں اگر اپنے پاس اتنی پونجی نہیں کہ یوسف کو بازار مصر سے خرید کر لا سکوں تو روائتی بڑھیا کی طرح تھوڑا سا سوت لے کر یوسف کے خریداروں میں اپنا نام تو لکھا دوں اور اگر لیلائے مقصود سے ہم کنار ہونا مشکل ہے تو کم از کم محمل لیلےٰ کے پیچھے دوڑنے سے اپنے جذبات عشق کا اظہار تو کر دیا جائے ؎

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر　　زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اُدھر صحت کی وہ حالت اور اِدھر معمولی علمیت و ذہانت اور قدرت تحریر کے علاوہ قوت تقریر سے بالکل عاری جو اس قسم کی تحریکات کے لئے نہایت ضروری ہے بارہا وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ کی دعا مانگی گئی مگر درجہ اجابت تک نہ پہنچی باینہمہ جذبات بے قابو ہو رہے تھے حسیات و تاثرات نے دل و دماغ کو تہ و بالا کر رکھا تھا اور خیالات کی رو تھامے سے نہ تھمتی تھی آخر الامر وہ وقت آپہنچا جس کا انتظار تھا وہ زمانہ آگیا جس کی تمنا تھی اور وہ شاہد مقصود جلوہ نما ہو گیا جس کی تلاش میں عمر کا ایک حصہ گذر چکا تھا جلوہ یار کی ایک جھلک نے مدہوش بنا دیا نگاہ ناز صبر و شکیب اپنے ساتھ لیتی گئی اور خندہ زیر لبی نے خرمن عقل و خرد پر بجلیاں گرا دیں۔ دل میں ایک درد پیدا ہوا جس نے زندگی کے ایک نئے میدان کی طرف رہنمائی کی اور فرض شناسی کے

سامنے کوئی ایسی تجویز پیش کر دیتے جو صرف قابل قبول اور لائق عمل ہوتی بلکہ اس کی معقولیت اور موزونیت پر آپ عش عش کر اٹھتے تو ہمارا اس میں کیا بگڑتا بلکہ تھوڑی دیر تک حلقہ احباب میں سے تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوتا اور پھر ہمارے خیالی نصب العین کی طرح ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہو جاتا۔

لیکن اس فقیر کے سامنے تو عمل اور صرف عمل ہے مجھے اس کی پروا نہیں کہ آپ میری باتوں سے خوش ہونگے یا ناراض، میری پیش کردہ سکیم آپ کو پسند آئے گی یا ناپسند اور میرے قائم کردہ نظریہ سے آپ اختلاف رائے کریں گے یا اتفاق، میرا منشا تو ایک اور صرف ایک ہے وہ یہ کہ میں خود بھی اور میری مجوزہ جماعت کے ارکان بھی یار لوگوں کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں کی جز گیری سے بالکل خالی الذہن ہو کر ایک کام کر کے دکھادیں اگر وہ اچھا ہوا تو خود بخود لوگ اس کی طرف مائل و ملتفت ہو جائیں گے اور دوسری صورت میں ہماری اپنی محنت ضائع جائیگی کسی کا تو کچھ نہ بگڑیگا اس لئے تلقین عمل کرنے والا آپ زیادہ الفاظ کی بھول بھلیاں میں نہیں پڑنا چاہتا اور اپنا لائحہ عمل آپ کے سامنے پیش کر کے چند وہ واقعات و حالات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے جو آغاز کار سے لیکر اب تک معرض ظہور میں آچکے ہیں اور جن کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ جس رفتار سے یہ کام چل رہا ہے اور جو عملی اقدام کیا گیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ بے حد نتیجہ خیز ہوگا۔

آغاز تحریک تحریک حزب اللہ جس کا افتتاح گذشتہ عرس مبارک یعنی ۵-۶ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ کو ہوا دراصل اس کا تخیل میرے دماغ میں عرصہ موجود تھا اور میں نے بارہا ارادہ کیا کہ اپنی ناچیز ہمت اور کمزور ارادہ کے مطابق خدمت اسلام و مسلمین کے لئے کوئی طریق عمل نکال کر اس پر خود بھی عامل ہو جاؤں اور اپنے احباب و متوسلین کو بھی اپنا شریک کار بناؤں مگر عرفت ربی بفسخ العزائم کے مطابق کوئی نہ کوئی ایسا مانع پیش آتا رہا جس نے میرے مجوزہ نصب العین "مضمون فی بطن الشاعر" تک محدود رہنے دیا اور میں اپنا پیغام عمل اپنے بھائیوں تک نہ پہنچا سکا ان موانع میں سب سے بڑھکر قابل ذکر میری طویل اور مسلسل علالت ہے جس نے مجھے ہمیشہ صاحب فراش بنائے رکھا اور ایک علت سے اگر ذرا بھی افاقہ ہوا تو دوسری دامنگیر ہو گئی ہے

کی افتتاحی رسم بھی ادا ہو گئی۔ حضار مجلس نے بلا اختلاف متفقہ طور پر مجھے اپنا امیر تسلیم کر لیا اور پیش کردہ طریق کار سے گہری دلچسپی کی علامتیں بھی صاف نظر آنے لگیں۔ میرے روبرو اگر محض نمائش ہوتی تو دس ہزار کے مجمع سے جو کلیتہً ہمارے برادران طریقت پر مشتمل تھا پانچ ہزار کو حزب اللہ کے ارکان بنا لینا قطعاً مشکل نہ تھا مگر میں نے انہیں خوب سمجھایا ترغیب و تحریص کے ساتھ ترہیب و تخویف شامل کر دی اور انہیں مہلت دے دی کہ وہ بڑی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد اپنا نام درج کرائیں تاکہ بعد میں کسی امتحان یا آزمائش میں ناکام ہو کر دوسروں کے سامنے بری مثال نہ پیش کریں انہیں جتلا دیا گیا کہ ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں　　شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

انہیں سمجھایا گیا کہ ؎

گریزد از صف ہا ہر کہ مرد غوغا نیست　　کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

اور یہ سب کچھ "بمرگش بگیر تا بہ تب راضی شود" کے مطابق تھا کیونکہ ایک شخص کے ذمہ معمولی کام لگا کر پھر اس سے کسی غیر معمولی کام کی توقع لاحاصل ہوا کرتی ہے لیکن ایک غیر معمولی کام کرنے والا آدمی معمولی کاموں کی پروا بھی نہیں کیا کرتا۔ دوسرے دن حزب اللہ میں لوگ داخل ہوئے اور خدائی فوج کی بھرتی ہوئی مگر میری توقعات سے بڑھکر یعنی اڑھائی سو کے قریب مخلصین و صادقین نے اپنے نام بطیب خاطر اور برضا و رغبت لکھوا دیئے۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ تعداد سینکڑوں تک نہیں جائیگی محض بیسیوں تک محدود رہے گی لیکن جب شامل ہونے والوں کے ناموں کا جائزہ لیا گیا تو مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی کہ نام لکھوانے وہی لوگ تھے جن کی جان نثاری اور جان بازی پر مجھے علیٰ وجہ البصیرت اعتماد تھا۔ حزب اللہ میں ان کی شرکت گویا اس حقیقت کا اعلان تھی کہ میں نے مشکلات کار کی نسبت جو کچھ پہلے دن کہا تھا اس کا اندازہ سامعین نے اچھی طرح کر لیا تھا۔

مختلف مقامات کا دورہ | جلسہ میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا تھا کہ عنقریب حزب اللہ کے اغراض و مقاصد کے ماتحت میں ایک دورہ کروں گا جس میں نہ کسی سے نذر لی جائے گی اور نہ کسی کی دعوت قبول کی جائے گی۔ بلکہ سارے دورہ کے تمام مصارف میں اپنی ذات سے

جذبہ صادق نے تمام سوئی ہوئی قوتوں کو بیدار کر کے مصروف کار بنا دیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں تین دفعہ وَاَیَّدَہٗ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کا دم فرما دیا اس کے ساتھ ہی تقریر کا حجاب رخصت ہو گیا اور رہی سہی کسر رجال الغیب میں سے ایک کے ارشاد نے پوری کر دی کہ ؎

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

آغاز کار میں نے کمر ہمت چست باندھ لی، اپنی علالت کی پروا نہ کرتے ہوئے اور اپنے آرام و آسائش کو بالائے طاق رکھکر دم واپسیں تک اپنا ہر سانس اور ہر لمحہ خدمت اسلام و مسلمین کے لئے وقف کر دیا اللہ تعالیٰ سے وہ عہد کر لیا جس کا ایما منجانب اللہ حضور رحمۃ للعالمین و سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(اے محمدؐ) کہدے کہ میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے اور جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں مجھے یہی حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا حکم بردار ہوں۔

عرس شریف سے ایک دن پہلے تک کسی کو کیا خود مجھے معلوم نہ تھا کہ خدائی لشکر کی سپہ سالاری اور خدائی فوج کی کمان میرے سپرد ہونے والی ہے اور یہ اس قدوس بندہ نواز کی قدرت کاملہ کا ایک بدیہی ثبوت ہے کہ اس نے اپنے دین مبین کی خدمت کے لئے ایک ایسے شخص کو چن لیا جس پر کسی کو سان گمان تک نہ تھا ع

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ کو مدنظر رکھ کر ایک ہنگامی مجلس شوریٰ عرس مبارک کے موقع پر منعقد کیگئی اور اس وقت کے اہل الرائے کے اجتماع سے فائدہ اٹھانا چاہا فائدہ ہوا یا نہ ہوا مگر مجھے اعتماد علی النفس کا سبق مل گیا۔ رات کو مسلسل تین گھنٹے اظہار خیالات کیا گیا۔ اس سے پہلے بھی تقریریں ہوتی رہیں مگر کبھی اتنے بڑے مجمع کو مخاطب کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ حاضرین کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی لوگوں نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ تقریر سنی۔ اثر کا اندازہ سامعین لگا سکتے ہیں مجھے تو درد دل کا اظہار کرنا تھا کر دیا اور اپنے خیال کے مطابق اچھے طریق سے کر دیا حزب اللہ

میرا پیغام عمل سنا جوشئے سب سے بڑھکر میری جرأت افزائی کا باعث ہوئی اور جس نے میرے عزائم اور ارادوں کو مستحکم و پائدار کر دیا وہ حاضرین کے عظیم اجتماع نہیں۔ ارکان حزب اللہ کی معتدبہ ترقی نہیں۔ مخلصین صادقین کے پرجوش مظاہرے اور شاندار استقبال نہیں بلکہ عام لوگوں کی ذہنیت میں ایک زبردست تبدیلی اور جوش عمل کا ایک عجیب و غریب ظہور اور ہماری خود فراموش اور ناکارہ قوم کے لاکھوں افراد کی فرض شناسی کا محیر العقول منظر تھا جس کی تلاش میں مدت سے میری نظریں رہ رہ کر حلقہ چشم سے باہر نکلتی تھیں اور ناکام واپس آجاتی تھیں۔ بحمد اللہ کہ خدائے قدیر نے مجھے اپنی زندگی میں ان مناظر سے متمتع اور شاد کام ہونیکا موقع عطا فرمایا اگر ؎

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے

کی دعا کرنے والا شاعر میرے ہمراہ ہوتا تو وہ دیکھ لیتا کہ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا کی اجابت کس شکل میں ہو رہی ہے۔ گرمیٔ قلب اور سوزِ دروں کا اس سے بڑھکر اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ ایک کثیر مجمع کو میرے پیغام کے سننے میں ایسی لذت محسوس ہوئی کہ موسم کی سخت سردی اور اس پر موسلا دھار بارش کا اضافہ بھی کسی شخص کو تا اختتام تقریر اس کی جگہ سے نہ ہلا سکا اور پھر لطف یہ کہ سوائے معمولی اغراض و مقاصد کے جنہیں اب ادنیٰ تغیر کے ساتھ شرائط و قواعد کے زیر عنوان لکھا گیا ہے اور کوئی دلکش و جاذب توجہ مضمون بھی نہ تھا جو انہیں سنایا جاتا البتہ عمقِ قلب سے نکلنے والی ایک صدا تھی۔ زبان سے ادا ہونیوالے چند الفاظ جذباتِ حقہ کے ترجمان تھے اور اس دردِ دل کا اظہار تھا جو سالہا سال سے میرے مزیع قلب میں نشوونما حاصل کر رہا تھا۔ دورہ کا اخلاقی اثر ان علاقوں پر نہایت اچھا پڑا جہاں جہاں سے اس فقیر کا گذر ہوا اور دوسرے مقامات کے لوگ بے حد اشتیاق سے اس امر کے منتظر ہیں کہ یہ فقیر وہاں بھی جا کر اپنے پریشان خیالات ان کے سامنے پیش کرے۔ دورہ سے واپسی پر درد گردہ وغیرہ کے پھر حملے ہونے لگے مجبوراً چند یوم کے لئے آرام کرنا پڑا۔ مگر اتنا بڑا اہم کام شروع کر دینے کے بعد

ادا کروں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ نذر نہ لینے میں مخلصین کی دلشکنی ہوگی اور دعوت کا رد خلاف سنت ہے مگر ایک فرض کی تکمیل میں اگر ایک سنت قضا ہو جائے تو قابل معافی ہے اور اس فرض سے بڑھکر میرے خیال میں تو اور کوئی فرض اسلام میں موجود ہی نہیں کہ خلوص نیت سے دعوت الی الخیر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا جائے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ ترک نذر وضیافت کا مقصد یہ بھی تھا کہ ہر شخص پر ظاہر ہو جائے کہ میں حزب اللہ کو کس انداز و اسلوب پر چلانا چاہتا ہوں اور اس کی تاسیس میں میرے پیش نظر کیسی للہیت و بے نفسی ہے۔ بہرکیف اس موقع پر بہت سے احباب نے خواہش ظاہر کی کہ وہ دورہ میں اپنا نام لکھوائیں گے جنہیں بخوشی اجازت دیدی گئی کیونکہ مقصود کارکنوں کی ایک جماعت بنانا تھا نہ کہ لوگوں کو بیگار میں پکڑ کر خواہ مخواہ تعداد بڑھانا۔ عرس شریف کے بعد بھرتی کا کام برابر جاری رہا گو اس کی رفتار زیادہ تیز نہ رہی مگر حوصلہ شکن بھی نہ تھی۔ مجوزہ دورہ کے آغاز تک ارکان کی تعداد چھ سو ہو گئی بعض لوگ خود یہاں آکر شامل ہوئے اور بعض خط و کتابت سے رکن بنے۔ دورہ کے متعلق خیال تھا کہ عرس مبارک کے بعد جلد شروع کر دیا جائے مگر سخت ترین علالت نے جو کھانسی زکام اور پھیپھڑہ کی خرابی پر مشتمل تھی غیر معمولی تاخیر پیدا کر دی۔ رمضان المبارک کی برکت سے طبیعت کچھ سنبھل گئی اور اس ماہ مقدس کی ۲۱ تاریخ کو جس میں دنیا کی مقدس ترین اور مکمل ترین کتاب مبارک نازل ہوئی۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ دورہ کا پروگرام بعض ذمہ دار احباب کے مشورہ سے مرتب کر لیا گیا۔ دورہ نہایت باقاعدگی اور پابندی اوقات کے ساتھ ۲ شوال ۱۳۴۶ھ سے لیکر ۲ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ تک جاری رہا۔ اس اثنا میں میں اُنتیس ۲۹ مقامات پر گیا۔ ہر روز کا سفر ملاقاتیوں کا ہجوم اور مسلسل تقریریں میں خود حیران ہوں کہ میرے جیسے کمزور طبیعت کے انسان مریض نے کس طرح ان تکالیف سفر کو برداشت کر لیا جو شاید کسی بڑے جفاکش اور محنت پسند سے بھی بمشکل برداشت ہو سکتیں۔ اثنائے سفر میں علاوہ اس بات کے کہ اغراض و مقاصد حزب اللہ کی اشاعت میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ ارکان کی مجموعی تعداد پانچ ہزار سے بھی بڑھ گئی اور کم و بیش تین چار لاکھ مسلمان بھائیوں نے نہایت شوق و محبت سے

مقرر کئے جا چکے ہیں اور دورے علاقوں میں مجالس منتظمہ کے قیام کی خاطر ایک وفد ترتیب دیا جا رہا ہے جو وہاں جا کر مقامی حالات کے مطابق مجالس قائم کریگا اور اس امر کی انتہائی کوشش کی جائے گی کہ مجالس کثیر تعداد میں بھی قائم ہوں اور نمائشی حیثیت نہ رکھتی ہوں بلکہ اپنے مفوضہ فرائض کو پوری سرگرمی سے سرانجام دیں جس وقت مجوزہ وفد ایک دورہ کر کے جا بجا مجالس منتظمہ قائم کر دے گا اس وقت میرے دورہ کے حقیقی ثمرات لوگوں کے سامنے آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ اور رسول پر ایمان حزب اللہ کا منشاء واضح اور بالکل واضح ہے کہ مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان بن جائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ — اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم پر صحیح طور پر ایمان لے آؤ۔

حزب اللہ مسلمانوں کو ترقی کی شاہراہ پر چلانے کا محرک اولین ہے مگر وہ شاہراہ لندن کو نہیں جائیگی بلکہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً کی طرف جائے گی اور جو تمدن وہ حاصل کریگے وہ یورپ کا مایہ ننگ و عار تمدن نہیں ہوگا بلکہ عرب کا اسلامی تمدن ہوگا ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

آئندہ کا پروگرام آئندہ کا لائحہ عمل یہی ہے کہ اپنی استطاعت اور برداشت کے مطابق دورے بھی کروں اور یہاں بیٹھا بیٹھا بھی کام کرتا جاؤں۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ کوئی ذاتی غرض مجھے اس میدان میں نہیں لائی۔ یہ ملت بیضا کی زبون حالی اور پریشان روزگاری کا درد ہی ہے جو مجھے مدت سے تڑپا رہا تھا اور اب اس نے اپنے دہر تر و توانا کی رہنمائی میں حزب اللہ کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ مجھے دنیوی جاہ و مال کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ خدا کے فضل و کرم سے مجھے میری آرزو سے بڑھکر حاصل ہے۔ اور اگر میں چاہوں تو اس کی آغوش میں بیٹھکر انتہائی راحت و آسائش کی زندگی بسر کر سکتا ہوں۔ مجھے انسانوں کے کسی بڑے مجمع کی قیادت و ریاست کی تمنا نہیں اگر ہو تو یہ بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے دے رکھی ہے اور کم و بیش دو لاکھ

غفلت وسہل انگاری بے حد مُضر ہوا کرتی ہے۔ لوگوں کے جذبات کو برافروختہ کرکے اُن کی طبیعتوں میں جوش اور اُن کے دل و دماغ میں ہیجان پیدا کرنے کے بعد اُنہیں بالکل آزاد چھوڑ دینا خلاف مصلحت و عاقبت اندیشی ہوا کرتا ہے اور رنگروٹ بھرتی کرنے کے بعد انہیں کسی نظام کے ماتحت نہ لانا اور قواعد وغیرہ نہ سکھانا ایک ایسی فروگذاشت ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

ترتیب نظام | پانچ ہزار کارکنوں کی تعداد بجائے خود ایک خاص اہمیت رکھتی ہے بالخصوص جبکہ تمام ارکان نہایت ذوق و شوق سے شامل ہوتے ہوں اُن پر کنٹرول قائم رکھنے اُن کا احتساب کرتے رہنے اور اُن میں جوش عمل کی رُوح پھونکتے رہنے کے لئے بلا توقف ترتیب نظام کی طرف متوجہ ہو جانا نہایت ضروری تھا چنانچہ پیش نظر لائحہ عمل کے مطابق جابجا مجالس منتظمہ (پنچایتوں) کا قیام شروع کر دیا گیا۔ دورہ کے شروع کرنے سے پیشتر جلال پور شریف میں ہم نے بطور آزمائش ایک پنچایت قائم کر دی تھی جس کے قابل تعریف کارنامے ہمارے سامنے موجود ہیں بعض اصحاب کا خیال ہے کہ اثنائے دورہ ہی میں پنچایتیں قائم کر دینی چاہئیں تھیں مگر میری شروع ہی سے یہ رائے تھی کہ اس جماعت کی تاسیس پختہ اور مضبوط بنیادوں پر ہو، یہ نہ ہو کہ اشخاص فوری جذبات کے ماتحت بلا سوچے سمجھے اس میں شامل ہو جائیں اور کل اسے ترک کر دیں۔ میری آرزو تھی کہ ہر شخص میرے لائحہ عمل کے مالہ و ماعلیہ پر اچھی طرح غور کر لے۔ اس کے بعد جماعت میں شامل ہو اور اس کے مجوزہ نظام کو اپنے اوپر عائد کرے۔ دورہ محض مقاصد کے متعلق ابتدائی تبلیغ تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ عام آمادگی کار پیدا ہو جانے اس کے بعد لوگ کچھ مدت تک میرے مجوزہ لائحہ عمل پر غور کر لیں پھر اس کام کے لئے تیار ہوں تو ان سے کام لیا جائے۔ دورے جبتک کسی گاؤں یا قریہ میں ارکان حزب اللہ کی ایک معقول تعداد موجود نہ ہو مجلس منتظمہ کا قیام مضحکہ انگیزی کا باعث ہوتا اور چونکہ بعض مواضع کے لوگ مختلف مقامات پر داخل جماعت ہوتے رہے اس لئے اُن کی صحیح تعداد دورہ کے اختتام پر ہی معلوم ہو سکتی تھی۔ چنانچہ دورہ کے بعد اس وقت تک پندرہ مجالس منتظمہ قائم ہو چکی ہیں نزدیک کے ارکان کو یہاں طلب کر کے انتخاب کے ذریعہ سے اُن میں اراکین مجلس منتظمہ

دعوتِ اشتراکِ عمل اور دُعاء

اخوانی وخلانی! میں نے اپنے ناقص مبلغ علم وحدود معلومات اور معمولی قابلیت کے ساتھ اپنا لائحہ عمل، اپنا نصب العین اور اپنا طریق کار آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے وَبِضَاعَتُنَا مُزْجَاةٌ مجھے اچھی طرح سے علم ہے کہ اصحاب علم وفضل کے نزدیک اسمیں کچھ نقائص کچھ فروگذاشتیں اور کچھ غلطیاں ضرور ہونگی مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ اس قسم کی تحریکات کیلئے ایک اعلیٰ ذہانت رکھنے والے نکتہ رس اور حقیقت فہم دماغ کی ضرورت ہے، اور میری دماغی استعداد اس حد تک قابل اعتماد نہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ دور نہیں خود ہمارے ہندوستان میں بعض ایسے یگانہ ناز فرزندانِ اسلام موجود ہیں جو مجھ سے بدرجہا بہتر کام کرنیکی اہلیت وصلاحیت رکھتے ہیں بایں ہمہ اپنی قابلیت وعلمیت کے اظہار کی خاطر نہیں بلکہ محض فرض شناسی کے احساس سے متاثر ہو کر اور اپنے دردِ دل کی بنا پر بلا خوف لومۃ لائم میں نے اپنا مافی الضمیر ظاہر کر دیا ہے، اُمتِ مرحومہ کی بدعملی اور بدنظمی دور کرنیکی خاطر اپنے خیال کے مطابق مفید ترین حل کا رنکال لیا ہے اور حزب اللہ کے اغراض ومقاصد اور قواعد وشرائط اس طریق سے ترتیب دیئے ہیں کہ ان پر صحیح طور سے عمل کرنیوالا دین اور دنیا دونوں کے لذائذ ونعائم سے متمتع اور بہرہ ور ہو سکتا ہے، میں نے اس جماعت کو حتی الامکان فرقہ بندیوں کے جھگڑوں سے الگ رکھنے کی کوشش کی ہے اور بڑی سوچ بچار اور کافی غور وفکر کے بعد ایک ایسے نظریہ کو سامنے لانے لگا ہوں جس پر تمام اسلامی فرقوں اور مسلمانوں کی تمام جماعتوں کا اتحاد عمل اور اشتراک کار ہو سکتا ہے۔ کون مسلمان ہے جو خدائے قدوس وقیوم اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین ومعاندین سے موالات اور دوستی رکھ سکے۔ کون مسلمان ہے جو خدائے کریم اور اسکے رسول برحق (روحی فداہ) کے احکام کی اطاعت سے روگردانی کر سکے اور اسلام کا نام لیوا ہو کر ایسا کون شخص ہے جو اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الآیۃ کے مطابق ترتیب دادہ دستور العمل پر کوئی نکتہ چینی کر سکے۔ اس کے علاوہ جو اغراض ومقاصد پیش کئے گئے ہیں میرے خیال میں ان کی مخالفت بھی ایک صحیح الدماغ اور عقلمند سے نہیں ہو سکتی، تمام اسلامی فرقوں کے اختلافات دور کرنے اور ایک متحدہ محاذ قائم کرنے کیلئے یہی بہترین تجویز ہے جو میں نے عرض کر دی ہے۔

بندگانِ خدا کا ایک وسیع جنگل مجھ ناچیز کے ساتھ اتنی عقیدت و محبت رکھتا ہے کہ عام انسانی تعلقات و روابط میں اِس سے بڑھکر اور کوئی عقیدت نہیں ہو سکتی۔ مَیں قدم اُٹھاؤں تو ہزاروں آنکھیں بلا تشبیہ فرشِ راہ بننے کے لئے آمادہ رہتی ہیں۔ میری زبان کھلے تو ہزاروں کانوں کی قوتِ سماعت کے دامن میری آواز کی انتہائی حد تک بچھ جاتے ہیں۔ پھر اِن معاملات میں مَیں نو دولت نہیں ہوں بلکہ کم از کم تین پشتوں سے عقیدت و محبتِ اِنسانی کا یہ سمندر میری آنکھوں کے سامنے ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور مَیں نے اسی کی موجوں کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ یہ کلمات مَیں صرف تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اِس ناچیز ہستی پر مبذول ہوا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ لیکن اگر مَیں اپنی متیا راحت و آسائش کو ترک کر کے یا اُسے نقصان پہنچا کر حزب اللہ کی تحریک لے کر اُٹھا ہوں اور اپنے تئیں گوناگوں جسمانی و روحانی مصیبتوں، کلفتوں اور رنجوریوں کے حوالے کر دیا ہے تو خدا شاہد ہے کہ اس میں ملت کی خدمت، مسلمانوں کی اصلاح اور فرزندانِ توحید کی فلاح کے سوا اور کوئی مقصد نہیں۔ اگر مجھے دولت کی ضرورت ہوتی تو اس ایک ماہ کے دورے میں جو حزب اللہ کیلئے کر چکا ہوں کم از کم تین ہزار روپیہ جمع کر لاتا۔ اور اس کیلئے مجھے کسی سعی و کوشش کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ بندوں کے استرداد کا سلسلہ ختم کر دینا کافی تھا۔ مگر مَیں چاہتا تھا کہ یہ تحریک انتہائی خلوصِ للّٰہیت کے ساتھ شروع ہو۔ اور اس کا دامن کسی نوع کی ذاتی غرض سے بھی آلودہ نہ ہونے پائے۔ تاکہ اگر خدانخواستہ میری ناچیز ذات حصولِ مقصد میں بقدرِ تمنا کامیاب نہ ہو سکے تو کم از کم ان لوگوں کیلئے جو میرے بعد اِس میدان میں قدم رکھیں عمل کی ایک نیک مثال قائم رہے۔ مَیں اِنشاء اللہ سُرخیوں کے آغاز میں ایک وسیع تر دورے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اور ارادہ ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ اپنا درد دل ہر مسلمان کے کان تک پہنچا دوں۔ شاید اللہ تعالیٰ اسے رفعتِ قبول عطا کرے۔

سات ماہ کے کام کا جو تسلی بخش نتیجہ نکلا ہے اس قلیل عرصہ میں لوگوں کی ذہنیتوں میں جو زبردست تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اور ارکانِ حزب اللہ کی عملی زندگی اور اجتماعی حیات پر جو مفید ترین اثر پڑ رہا ہے کم از کم میرے لئے تو وہ بہت حوصلہ افزا ہے اور ایک ایسے شاندار مستقبل کی بشارت دینے والا ہے جو اِنشاء اللہ ماضی بعید کا نمونہ ہو گا اور جس کی ایک ادنیٰ سی جھلک شاعر نے ان اشعار میں دکھائی ہے ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائیگی

اس قدر ہو گی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائیگی

شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائیگی

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیمانِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائیگی

وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ (الاحقاف)

اے ہماری قوم خدا کے پیغامبر داعی کی حکمبرداری کر اور اُس پر ایمان لے آ اِس صورت میں اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف کر دیگا اور (دین و دنیا) کے دردناک عذاب سے تجھے بچا لیگا اگر کوئی اللہ کے بلانیوالے کا حکم نہیں مانے گا تو اس میں خدا کا کیا نقصان ہے جبکہ دُنیا میں کوئی بھی اُس پر باد ڈالنے والا موجود نہیں بلکہ نقصان اُس کا اپنا ہوگا۔ اِس سطح ارضی کے اوپر خدا کے سوا اُس کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا اور جس صورت میں کہ وہ خدائی امداد سے محروم ہوگیا تو اس سے زیادہ اس کی بدبختی اور شومیٔ قسمت اور کیا ہو سکتی ہے اور یہی لوگ صریح گمراہی اور ضلالت میں ہیں۔

خدا کا پیغام ہر دار کوئی نیا پیغام لیکر تمہارے پاس نہیں آیا بلکہ وہی پرانا پیغام ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک مقدس ہستی (فداہ ابی وامی) تمہارے پاس لائی تھی جسے آج تم نے طاق نسیان پر رکھ دیا ہے وہی پیغام پھر تمہارے کانوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ یہ پیغام عمل خود ساختہ اور خود تصنیف کردہ نہیں بلکہ اس کا ماخذ خدائے حکیم و قدیر کا وہ آخری فرمان ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا اور جس کے بعد سلسلہ وحی اسلئے منقطع ہوگیا کہ پھر اس کی ضرورت ہی نہ رہی وہ اپنا فرض تبلیغ، اپنی زندگی کے آخری لمحہ، اپنی حیات کی آخری ساعت اور اپنی بقا کے آخری ثانیہ تک ادا کرتا رہیگا اور اُسکے اس امر کی پرواہ نہیں کہ اُس کے مساعی جمیلہ نتیجہ خیز ہونگے یا بے نتیجہ وَلَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ کہ تو اُن پر نگہداشتہ نہیں ہے کہ اُن کے اعمال کا احتساب تجھ سے ہو اُس کا کام تبلیغ ہے اور تمہارا کام اُس کا اتباع، اُس نے اپنا فرض پورا کر دیا اب تم اپنا فرض پورا کرو مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ۔

دعا اب ہم خاتمہ پر جو الفاظ دعا کے لئے استعمال کرینگے وہ بھی آیات قرآنی سے لئے گئے ہیں کہ اُن سے بہتر دعا اور کونسی ہو سکتی ہے۔

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ (آل عمران)

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اعراف)

نتائج کا انتظار کرو غرض میں نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش سے کام لیا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کیساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا کوئی عملی ثبوت بہم پہنچا دوں اور ایک ایسا طریق کار ان کے سامنے لے آؤں جس پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف یہ کہ انہیں آخرت کی طرف سے اطمینان ہو جائے بلکہ اس کارگاہ عمل میں دوسری اقوام کے دوش بدوش چل کر انہیں بھی وہ مدارج و مناصب حاصل ہو جائیں جن سے دوسری قومیں ممتاز ہو چکی ہیں پھر بجائے اس کے کہ آپ میری خیال آفرینی کا تمسخر اڑائیں اور استہزا کریں، میری فروگذاشتوں اور غلطیوں کے پیچھے پڑ کر اصل مطلب اور نفس مفہوم کو فراموش کر جائیں اور ایک آمادہ عمل کی حوصلہ افزائی کرنے کی جگہ الٹا اسکی حوصلہ شکنی کرنے لگیں یہ مناسب ہوگا کہ آپ زیادہ نہیں تو ایک سال تک میرے ساتھ اشتراک عمل روا رکھیں اگر کمیت کی پابندیاں اور قیود آپ کے لئے ناقابل برداشت ہیں تو ان کو بھی سر دست رہنے دیں کیونکہ میرا مقصد ارکان کی تعداد بڑھانا نہیں بلکہ ان کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ۔

اگر آپ میں سے بعض طبائع پر یہ تحریک گراں گذرے تو وہ کم از کم تھوڑی دیر تک صبر و سکون سے کام لیکر اس کے نتائج دیکھ لیں مگر خدارا چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے کی کوشش نہ کریں اگر لوگ بہ طیب خاطر اسمیں شامل ہونا چاہیں تو انہیں عدم شرکت کی ترغیب دیں اور اگر کوئی مسلمان مقررہ قواعد و شرائط کی پابندی کر رہا ہو تو آپ اس کار خیر میں ہارج اور خلل انداز نہ ہوں۔ یہ تحریک جس کی بنیاد ایک مستحکم چٹان پر رکھی گئی ہے اور وہ چٹان قرآن مجید اور فرقان حمید ہے انشاء اللہ اس وقت تک کامیابی کے ساتھ قائم رہیگی جبتک مسلمانوں کے دلوں میں قرآن پاک کی قدر و منزلت عزت و توقیر باقی ہے خدا کا لشکر اس وقت تک موجود رہیگا جبتک کہ دنیا میں ایک متنفس بھی توحید کا عقیدہ رکھنے والا زندہ رہا اور حزب اللہ اور ایمان اسی طرح لازم و ملزوم ہیں جس طرح کہ سورج اور اس کی روشنی پھول اور اسکی خوشبو اور آگ اور اسکی حرارت۔ اب میں قرآنی الفاظ میں آپ کو ایک آخری دعوت دیتا ہوں اور پھر دعا پر اپنا مضمون ختم کئے دیتا ہوں ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

دعوت الی اللہ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ)

اے ہمارے پروردگار بیشک ہم نے سنا کہ ایمان کی طرف ایک پکارنے والا یوں پکارتا تھا کہ اے لوگو تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اور اے ہمارے پروردگار جو کچھ تو نے اپنے رسولوں کی وساطت سے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا پورا کر دے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کرنا بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔

اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور اگر تو بخشش نہ کریگا اور رحم نہ کرے گا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کا ارتکاب کریں تو اس کا ہم سے مواخذہ نہ کرنا اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بار گراں نہ ڈالنا جو ان لوگوں پر ڈالا گیا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں اور اے ہمارے پروردگار ہم سے اتنا بوجھ نہ اٹھوا جس کا اٹھانا ہماری طاقت بشری سے باہر ہو اور ہم سے درگذر کر اور ہم پر رحم کر اور ہمارے گناہوں کو بخش دے تو ہی ہمارا حامی و مددگار ہے پھر تو کفار و مشرکین پر ہم کو غلبہ و نصرت بھی دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گویند کلوسعدی چندیں سخن عشقش ۔۔۔ میگویم و بعد از من گویند بدستانہا

جلالپور شریف ضلع جہلم
۴ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

فقیر ابوالبرکات سید احمد عفی عنہ شاہ کان اللہ لہ
سجادہ نشین دربار حزب اللہ